

موسیقی کی حرمت کے استدلال کا جائزہ

گزشتہ مباحث سے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی ہے کہ اسلام کی رو سے موسیقی اصلاً حرام نہیں ہے۔ یہ فن آلات کے ساتھ یا ان کے بغیر، دونوں حالتوں میں مباح ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں بدکاری اور شراب نوشی کے مفاسد کی وجہ سے اس کی بعض صورتوں کو شنیع قرار دیا تھا۔ آپ کے اس عمل سے یہ روشنی ملتی ہے کہ یہ اور ایسے نوع کے دوسرے غیر اخلاقی عوارض اگر مباحات کے ساتھ وابستہ ہو جائیں تو سد ذریعہ کے اصول کے تحت ان سے پرہیز کی تلقین کی جاسکتی ہے۔

ان واضح نصوص کے باوجود ہمارے بعض جلیل القدر علما اور فقہا موسیقی کی حرمت کے قائل ہیں۔ فقہ کے چاروں مکاتب کا بالعموم اس بات پر اتفاق ہے کہ موسیقی اور آلات موسیقی مطلق طور پر حرام ہیں۔ احناف موسیقی اور آلات موسیقی اور پیشہ موسیقی کو معصیت سے تعبیر کرتے، اس کی تعلیم و تربیت کو ناجائز قرار دیتے اور مغنیہ کی شہادت کو ناقابل قبول قرار دیتے ہیں:

ان المملایہ کلہا حرام حتی	”گانے بجانے کے تمام ساز و سامان حرام
التغنی بضرب القضیب و کذا	ہیں، یہاں تک کہ چھڑی سے بجانا اور اس کے
قول ابي حنیفۃ رحمہ اللہ ابتلیت	ساتھ گانا بھی حرام ہے۔ یہی قول امام ابوحنیفہ کا
لأن الابتلاء بالمحرم یکون.	ہے۔ انھوں نے کہا: ”(ایک مجلس میں) میں
(الہدایۃ ۱/۷۸)	گانا سننے کی مصیبت میں مبتلا ہو گیا تھا۔“ ابتلا

شيء من الغناء والنوح
والمزامير والطبل و شيء من
اللهو لأنه معصية والاستئجار
على المعاصي باطل.
(المبسوط ٣٨/١٦)

ولا يجوز الاستئجار على الغناء
والنوح وكذا سائر الملاهي لانه
استئجار على المعصية والمعصية
لا تستحق بالعقد. (الهداية ٢٩٤/٦)
ولا تجوز الاجارة على تعليم
الغناء والنوح لأن ذلك معصية.
(المبسوط ٣١/١٦)

لا تقبل شهادة مخنث ولا نائحة
ولا مغنية لأنهم يكرتكان محرما
فانه عليه الصلاة والسلام نهى
عن الصوتين الأحمقين النائحة
والمغنية. (الهداية ٢٣٩/٥، ٢٣٠)

ولا شهادة صاحب الغناء الذي
يخادن عليه ويجمعهم.
(المبسوط ١٣٢/١٦)

ظاہر ہے کہ حرام بات ہی پر ہوتی ہے۔“
”موسیقی، نوحہ گری، مزامیر، طبل اور گانے
بجانے کا دوسرا ساز و سامان گناہ ہے، اور گناہ کی
چیزوں کو اجرت پر لینا باطل بات ہے۔“

”موسیقی اور نوحہ گری کی اجرت جائز نہیں ہے
اور اسی طرح آلات موسیقی کی بھی۔ اس لیے کہ
یہ گناہ کی اجرت ہے اور گناہ کی اجرت باہم طے
کر لینے کے باوجود جائز نہیں ہوتی۔“
”موسیقی اور نوحہ گری کی تعلیم کی اجرت جائز
نہیں ہے، کیونکہ یہ گناہ ہے۔“

”مخنث کی گواہی قبول نہ کی جائے اور نوحہ گر
اور مغنیہ کی گواہی بھی قبول نہ کی جائے، کیونکہ یہ
حرام فعل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو احمقانہ
آوازوں سے منع فرمایا ہے ایک نوحہ گر کی آواز
اور دوسری مغنیہ کی۔“

”اس مغنی کی گواہی قبول نہیں ہوگی جس کی
لوگ مصاحبت اختیار کرتے ہیں اور وہ مجمع لگاتا
ہے۔“

۲۰ بعض علمائے احناف موسیقی کو مجرد طور پر حرام قرار نہیں دیتے، بلکہ اسی موسیقی کو حرام قرار دیتے ہیں جس کے

امام شافعی موسیقی کے پیشے کو باطل قرار دیتے ہیں۔ اسی بنا پر وہ پیشہ ور مغنی کی شہادت کو ناقابل قبول اور ایسے شخص کو فاسق اور دیوث قرار دیتے ہیں جو اپنی لونڈی کا گانا دوسرے لوگوں کو سنوائے:

قال الشافعی رحمہ اللہ فی
الرجل یغنی فیخذ الغناء صناعة
یؤتی علیہ ویأتی لہ ویكون
منسوباً الیہ مشهوراً بہ معروفاً
والمرأة لاتجوز شهادة واحد
منہما وذلك أنه من اللہو
المکروه الذی یشبه الباطل.

”امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ مرد و عورت جو
موسیقی کے پیشے سے وابستہ ہیں اور اسے
صنعت بنا لیتے ہیں اور لوگ ان کے پاس آتے
ہیں اور یہ بھی پیشہ ور مغنی یا مغنیہ کی حیثیت سے
لوگوں کی محفلوں میں جاتے ہیں، اسی فن سے
منسوب ہیں اور اسی کے حوالے سے مشہور و
معروف ہیں، ان کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسے مکروہ لہو و لعب اور
کھیل تماشے میں مشغول ہیں جو صاف اور
صریح باطل سے مشابہ ہے۔

(الام ۶/۲۰۹)

اشعار غیر اخلاقی مضامین پر مبنی ہوں۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں
”ایسے اشعار گانا حرام ہے، جن کا مضمون حرام باتوں پر مشتمل ہو۔ مثلاً ایسے شعر جن میں کسی زندہ اور
معروف آدمی یا عورت کے حسن و جمال کی تعریف کی گئی ہو، یا شراب کی خوبیاں بیان کر کے شراب نوشی
پر ابھارا گیا ہو، یا جن میں گھر اور چار دیواری کا تجسس پیدا کیا گیا ہو، یا کسی ذمی یا مسلمان کی ہجو کی گئی ہو۔
البتہ وہ اشعار جو ان برائیوں سے پاک ہوں اور جن میں باد و بہار، برگ و گل اور آب رواں کے حسن و
جمال کو بیان کیا گیا ہو، مباح ہیں۔ محض شعر ہونے کی وجہ سے وہ حرام نہیں ہیں۔ البتہ یہ اشعار بھی
آلات موسیقی کے ساتھ گائے جائیں تو ممنوع ہیں۔“ (فتح القدیر ۶/۳۶)

علامہ ابن عابدین اسی مضمون کو ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں:

”آلہ لہو فی نفسہ حرام نہیں ہے، بلکہ ارادہ لہو کی وجہ سے ہے۔ خواہ یہ ارادہ سننے والے کا ہو یا گانا گانے
والے کا۔ گویا یہ ایک اضافی چیز ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ یہی ساز ایک موقع پر حرام ہوتا ہے اور

قال الشافعي رحمه الله تعالى في الرجل يتخذ الغلام والجارية المغنين و كان يجمع عليهما ويغشى لذلك فهذا سفه ترد به شهادته وهو في الجارة أكثر من قبل أن فيه سفها ودياثة ... قال وهكذا الرجل يغشى بيوت الغناء ويغشاه المغنون ان كان لذلك مدمنا و كان لذلك مستعلنا عليه مشهودا عليه فهي بمنزلة سفه ترد بها شهادته وان كان ذلك يقل منه لم ترد به شهادته (الام ۲۰۹/۶)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فی الرجل یتخذ الغلام والجاریۃ المغنین و کان یجمع علیہما ویغشی لذلك فہذا سفہ ترد بہ شہادۃ وہو فی الجارۃ اکثر من قبل أن فیہ سفہا و دیاثۃ ... قال و ہکذا الرجل یغشی بیوت الغناء ویغشاه المغنون ان کان لذلك مدمنا و کان لذلك مستعلنا علیہ مشہودا علیہ فہی بمنزلۃ سفہ ترد بہا شہادۃ وان کان ذلک یقل منہ لم ترد بہ شہادۃ

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فی الرجل یتخذ الغلام والجاریۃ المغنین و کان یجمع علیہما ویغشی لذلك فہذا سفہ ترد بہ شہادۃ وہو فی الجارۃ اکثر من قبل أن فیہ سفہا و دیاثۃ ... قال و ہکذا الرجل یغشی بیوت الغناء ویغشاه المغنون ان کان لذلك مدمنا و کان لذلك مستعلنا علیہ مشہودا علیہ فہی بمنزلۃ سفہ ترد بہا شہادۃ وان کان ذلک یقل منہ لم ترد بہ شہادۃ

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فی الرجل یتخذ الغلام والجاریۃ المغنین و کان یجمع علیہما ویغشی لذلك فہذا سفہ ترد بہ شہادۃ وہو فی الجارۃ اکثر من قبل أن فیہ سفہا و دیاثۃ ... قال و ہکذا الرجل یغشی بیوت الغناء ویغشاه المغنون ان کان لذلك مدمنا و کان لذلك مستعلنا علیہ مشہودا علیہ فہی بمنزلۃ سفہ ترد بہا شہادۃ وان کان ذلک یقل منہ لم ترد بہ شہادۃ

امام مالک موسیقی اور اس نوعیت کی ہر چیز کو مکروہ سمجھتے تھے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک لحن کے ساتھ

دوسرے موقع پر حلال۔ یہ فرق محض نیت کی وجہ سے ہوتا ہے یا ان باتوں کی وجہ سے جو اس کے مقصد سے متعلق ہوں۔“ (رد المحتار ۲۲۱/۵)

علامہ علاؤ الدین کا سانی تنہائی میں گانے کو ناجائز نہیں سمجھتے، مگر اس کے مظاہرے کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ لکھتے ہیں: ”جس مغنی کے گرد لوگ گانے سے محظوظ ہونے کے لیے جمع ہو جاتے ہیں۔ وہ عادل نہیں ہے خواہ شراب نہ پیتا ہو، کیوں کہ وہ بدکاروں کا سرغنہ ہے۔ البتہ اگر وہی تنہائی میں وحشت دور کرنے کے لیے گانے لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ سماع سے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے۔ البتہ فاسقانہ انداز میں اس سے حظ اٹھانے کو حلال نہیں کہا جاسکتا۔“ (بدائع الصنائع ۲۶۹/۶)

اسی طرح وہ تمام آلات موسیقی کو حرام قرار نہیں دیتے، بلکہ بانس اور دف کا استثنایا بیان کرتے ہیں: ”اگر کوئی شخص کسی آلہ موسیقی میں مشغول ہو تو یہ دیکھا جائے گا کہ وہ آلہ فی نفسہ شنیع ہے یا نہیں۔ اگر فی نفسہ شنیع نہ ہو، جیسے کہ بانس اور دف تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ شخص عادل ہی

قرآن مجید کی قرأت بھی کراہت کے زمرے میں آتی ہے۔ ان کے حوالے سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ آلات موسیقی کو عام مواقع کے علاوہ شادی بیاہ کے موقع پر بھی مکروہ سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ امام مالک اس مغنی یا مغنیہ کو شہادت کے لیے نااہل گردانتے ہیں جو اپنے شعر و نغمہ کے ذریعے سے دوسرے لوگوں کے لیے اذیت کا باعث ہو:

قلت أكان مالك يكره الغناء قال
كره مالك قراءة القرآن بلألحان
فكيف لا يكره الغناء وكره مالك
أن يبيع الرجل الجارية ويشترط
أنه مغنية فهذا مما يدل على أنه
كان يكره الغناء قلت فما قول
مالك ان باعوا هذه الجارية
وشرطوا أنها مغنية ووقع البيع
على هذا قال لا أحفظ من مالك
فيه شيئاً الا انه كرهه.
(المروءة الكبرى ۱۱/۴۲۱)

”میں نے کہا: کیا امام مالک گانے کو مکروہ سمجھتے تھے تو (ابن قاسم) کہنے لگے کہ امام مالک تو قرآن مجید لحن کے ساتھ پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے، گانے کو وہ کیوں کر مکروہ نہ سمجھیں گے۔ امام مالک کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے کہ کوئی شخص کینہ خریدے اور اس میں یہ شرط لگائے کہ یہ کینہ مغنیہ بھی ہو۔ چنانچہ یہ بات اس کی دلیل ہے کہ امام مالک گانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ میں نے کہا کہ اگر اس شرط کے ساتھ لونڈی کو بیچا جائے اور سودا طے پا جائے تو اس صورت میں امام مالک کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا کہ مجھے اس بارے میں امام مالک کی رائے معلوم نہیں ہے، لیکن اتنی بات واضح ہے کہ وہ اسے ناپسند کرتے تھے۔“

رہے گا اور اگر وہ آلہ شنیع ہو جیسے عود وغیرہ تو اس شخص کی عدالت ختم ہو جائے گی۔ اس لیے کہ یہ عود (وغیرہ) کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہیں۔“ (بدائع الصنائع ۶/۲۶۹)

۲۱ امام غزالی شافعی فقہ کے ممتاز عالم ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب ”احیاء علوم الدین“ میں موسیقی کو مباح قرار دیا ہے، البتہ بعض عوارض کی بنا پر اس کی حرمت کو بیان کیا ہے۔ غنا کی اباحت کے حوالے سے تفصیلی بحث کے بعد ان عوارض کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اگر آپ پوچھیں کہ سماع و غنا کبھی حرام بھی ہوتے ہیں؟ تو میں کہوں گا کہ ہاں پانچ عوارض کی بنا پر یہ

کان مالک یکرہ الدفاف
والمعازف کلها فی العرس۔
(المدرۃ الکبریٰ ۱۱/۴۲۱)

”امام مالک دف اور سازوں کے استعمال کو
شادی بیاہ میں مکروہ سمجھتے تھے۔“

قال سالت مالکا عن الشاعر
اتقبل شہادته؟ فقال أن کان
ممن يؤذی الناس بلسانه
ویہجوہم اذا لم یعطوہ
ویمدحہم اذا اعطوہ فلا أری أن
تقبل شہادته قال مالک وان کان
ممن لا یہجو الناس وهو ممن
اذا اعطی شئاً أخذہ ولیس یؤذی
بلسانه أحدا وان لم یعط لم
یہجوہم فأری أن تقبل شہادته
اذا کان عدلاً۔ واما النائحة
والمغنیۃ والمعنی فما سمعت

”وہ (ابن قاسم) بیان کرتے ہیں کہ میں نے
امام مالک سے پوچھا کہ کیا شاعر کی شہادت
قبول ہوگی؟ انھوں نے فرمایا: جو شاعر جو بیان
کر کے اپنی زبان سے ان لوگوں کو تکلیف
پہنچاتا ہے جو اسے کچھ نہیں دیتے اور ان کی
مدح سرائی کرتا ہے جو اسے کچھ دے دیتے ہیں،
میری رائے میں اس کی گواہی قبول نہیں کی
جائے گی۔ اور امام مالک کا کہنا ہے کہ وہ جسے
لوگ کچھ دیں یا نہ دیں، نہ لوگوں کی ہجو کرتا ہے
اور نہ زبان سے انھیں تکلیف پہنچاتا ہے، اس کی
گواہی قبول کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔
جہاں تک نوحہ گر، مغنیہ اور مغنی کا تعلق ہے تو

حرام ہو جاتے ہیں:

اول یہ کہ مغنی یا مغنیہ میں کوئی عارض ہو، یعنی انھیں دیکھنے یا ان کی آواز سننے سے کسی فتنے میں پڑنے کا
اندیشہ ہو۔

دوم یہ کہ آلہ غنائ میں کوئی عارض ہو، یعنی ایسے آلات ہوں جو مے خواروں یا مٹھنوں کے شعار ہوں۔
سوم یہ کہ کلام میں کوئی عارض ہو، یعنی ایسی شاعری ہو جو فحش مضامین کی حامل ہو یا کسی کی ہجو کی گئی ہو یا
جس میں اللہ تعالیٰ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ پر جھوٹ باندھا گیا ہو۔

چہارم یہ کہ سننے والے میں کوئی عارض ہو، یعنی وہ غفوان شباب میں ہو اور ضبط نفس سے محروم ہو۔
پنجم یہ کہ کوئی عام آدمی اس کو شب و روز کی عادت بنا لے۔“ (۲۸۱/۲)

فیہ شیاء الا انی اری ان لا تقبل
شہادتہم اذا کانوا معروفین
بذلک. (المروۃ الکبریٰ ۱۳/۱۵۳)
اس بارے میں میں نے (امام مالک سے)
کچھ نہیں سنا۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ اگر وہ
اپنے فنون میں معروف ہوں تو ان کی گواہی
قبول نہیں کی جائے گی۔“

امام احمد بن حنبل موسیقی اور آلات موسیقی کو اصلاً حرام سمجھتے ہیں اور ان کے معاوضے یا کاروبار کو حرام
قرار دیتے ہیں:

واکرہ الطبل وهو المنکر وهو
الکوبة التي نهى عنها النبي صلى
الله عليه وسلم. (المغنی ۶/۵۳۸)
فصل فی الملاحی وھی علی
ثلاثة اضرب محرم وهو ضرب
الأوتار والنايات والمزامیر کلها
والعود والطنبور والمعزفة
والرباب ونحوها فمن آدم
استماعها رد شهادته لأنه
یروی عن علي رضي الله عنه عن
النبي صلى الله عليه وسلم أنه
قال اذا ظهرت في امتي خمس
عشرة خصلة حل بهم البلاء
فذكر فيها اظهر المعازف
والملاهي وقال سعيد ثنا فرج بن
فضالة عن علي بن يزيد عن
القاسم عن أبي أمامة قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم

”امام احمد بن حنبل نے طبل بجانے کو ناپسند کیا
ہے، یہ منکر ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کوہ یعنی طبل سے منع فرمایا ہے۔“
”فصل آلات موسیقی کے بارے میں: ان کی
تین قسمیں ہیں۔ پہلی وہ جن کا بجانا حرام ہے۔
ان میں ستار، بانسری، شہنائی، سارنگی، ڈھول،
رباب اور اس طرح کے دوسرے آلات شامل
ہیں۔ پس جو کوئی انہیں مسلسل سنے گا، اس کی
گواہی رد کر دی جائے۔ کیونکہ حضرت علی رضی
اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت میں پندرہ
خصائیں پیدا ہو جائیں گی تو ان پر بلاؤں کا
نزول ہوگا۔ اسی ضمن میں آلات موسیقی کے
ظہور کا ذکر فرمایا اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: ”اللہ نے مجھے دونوں جہان کے لیے
رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے گانے بجانے کے
آلات اور بانسریوں کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔“

ان اللہ بعثنی رحمة للعالمین
وامرني بمحق المعازف
والمزامير لا يحل بيعهن ولا
شراؤهن ولا تعليمهن ولا
التجارة فيهن وثمانهن حرام يعني
الضاربات. وروی نافع قال سمع
ابن عمر مزمارة قال فوضع
اصبعيه في اليسرى ونأى عن
الطريق وقال لی یا نافع هل
تسمع شيئاً قال فقلت لا فرفع
أصبعيه من اليسرى وقال كنت
مع النبي فسمع مثل هذا فصنع
مثل هذا. (المغنی ۱۲۳/۹)
وما لا يجوز أخذ الأجرة عليه في
الاجارة مثل الغناء والزممر وسائر
المحرمات. (المغنی ۴۲۶/۵)

مغنیات کی نہ خرید و فروخت اور تجارت حلال
ہے اور نہ ان کو اس فن کی تعلیم دینا۔ ان کی قیمت
بھی حرام ہے۔ نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر
رضی اللہ عنہ نے بانسری کی آواز سنی تو اپنے
کانوں میں انگلیاں رکھ لیں اور راستے سے
(جہاں سے آواز آ رہی تھی) ایک طرف ہٹ
گئے۔ پھر مجھ سے پوچھا: نافع تم کچھ سن رہے
ہو۔ میں نے کہا نہیں تو انھوں نے انگلیاں اپنے
کانوں سے ہٹائیں اور بیان کیا کہ میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا کہ آپ نے
اس جیسی آواز سن کر ایسے ہی کیا تھا۔“

”اور یہ جائز نہیں ہے کہ گانا، بانسری یا دیگر
حرام چیزوں کو اجرت یا کرائے پر لیا جائے۔“

حرمت موسیقی کے حوالے سے یہ فقہ کے مکاتب اربعہ کی آرا کا خلاصہ ہے۔ ان فقہاء اور دیگر علما نے
قرآن و حدیث کو بنیاد بنا کر یہ آراء قائم کی ہیں۔ ذیل میں ہم قرآن و حدیث کے ان نصوص کو زیر بحث
لائیں گے جنہیں موسیقی کی حرمت کے لیے بنائے استدلال بنایا گیا ہے۔

حرمت موسیقی کے لیے قرآن سے استدلال

موسیقی کی حرمت پر جن آیات قرآنی سے استدلال کیا جاتا ہے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

’لہو الحدیث‘ کا مفہوم

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ
يَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ. وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّى مُسْتَكْبِرًا
كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشَّرَهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ. إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ. خَالِدِينَ فِيهَا وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا وَهُوَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. (لقمان ۲: ۳۱-۹)

”اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو لہو الحدیث خرید کر لاتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے
علم کے بغیر بھٹکا دیں اور ان آیات کا مذاق اڑائیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا
عذاب ہے۔ اور جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو اس طرح متکبرانہ اعراض کرتے ہیں گویا ان
کو سننا ہی نہیں۔ گویا ان کے کانوں میں بہرا پن ہے تو ان کو ایک دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دو۔
البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ان کے لیے نعمت کے باغ ہوں گے جن میں
وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کا وعدہ پورا ہو کے رہے گا اور وہ غالب و حکیم ہے۔“
یہ آیات حرمت موسیقی کے لیے دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں ان کے الفاظ ’لہو
الحدیث‘ کو بنائے استدلال بنایا جاتا ہے۔ یہ ترکیب ’لہو‘ اور ’حدیث‘ کے الفاظ سے مرکب ہے۔
’لہو‘ کے معنی کھیل، نماشے اور غافل کر دینے والی چیز کے ہیں۔
’لسان العرب‘ میں ہے:

لہو: ما لہو ت بہ ولعبت بہ ”لہو“ سے مراد وہ چیز ہے جس کے ساتھ تم
وشغلك من ہوی و طرب کھیلتے ہو یا ایسی خواہش یا خوشی یا کوئی بھی ایسی
نحوہما۔ (۲۵۸/۱۵) چیز جو تمہیں مشغول کر دے یا ان دونوں جیسی
کوئی چیز۔“

صاحب مفردات علامہ راغب اصفہانی بیان کرتے ہیں:

الہو ما يشغل الإنسان عما يعنيه ”لہو وہ چیز ہے جو انسان کو اس سے غافل
ویہمہ۔ (المفردات فی غریب القرآن ۲۵۵) کر دے جس کا وہ ارادہ رکھتا ہو۔“

حدیث کے معنی نئی چیز یا خبر کے ہیں۔

”لسان العرب“ میں نقل ہوا ہے:

الحديث: الجديد من الأشياء . ”حدیث کا لفظ ’نئی چیز‘ کے معنی میں بھی بولا

والحديث: الخبر. (۱۳۳/۴) جاتا ہے اور ’خبر‘ کے معنی میں بھی۔“

”اقرب الموارد“ میں ہے:

الحديث: الجديد والخبر . ”حدیث کا مطلب ’نئی چیز‘ بھی ہے اور خبر

بھی۔“ (۱۷۰/۱)

اہل لغت کی ان آرا کی روشنی میں ’لہو الحديث‘ کے لغوی معنی حسب ذیل ہو سکتے ہیں:

۱۔ کھیل تماشے کی خبر

۲۔ غافل کر دینے والی بات

۳۔ باطل چیز

ان الفاظ کے مفہوم و مصداق کے بارے میں مفسرین کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ غنا، مزامیر، شرک، باطل گفتگو اور اللہ کی راہ سے روکنے والی بات جیسے مختلف معنی روایتوں اور تفسیر کی بعض کتابوں میں نقل ہوئے ہیں۔

تفسیری اقوال کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود اور عبد اللہ ابن عباس کے نزدیک ان الفاظ سے مراد غنا ہے۔^{۲۲} ان کے علاوہ جابر، عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، مکحول، عمرو بن شعیب اور علی بن بذیمہ ان الفاظ کا مصداق ’غنا‘ ہی بیان کرتے ہیں۔^{۲۳} حسن بصری کے قول کے مطابق ان سے مراد مزامیر (ساز) ہیں۔^{۲۴} ضحاک اس کی تعبیر شرک کے مفہوم سے کرتے ہیں^{۲۵} اور قتادہ نے اس کے معنی باطل بات کے لیے ہیں۔^{۲۶}

۲۲ تفسیر طبری ۲/۷۲۔

۲۳ ابن کثیر ۳/۴۴۲۔

۲۴ ابن کثیر ۳/۴۴۲۔

۲۵ تفسیر طبری ۲/۷۲۔

ابن جریر طبری نے کم و بیش یہ تمام اقوال اپنی کتاب میں نقل کرنے کے بعد جب اپنی رائے کا اظہار کیا ہے تو اس موقع پر غنا کے بجائے اللہ کی راہ سے غافل کرنے والی بات کا مفہوم بیان کیا ہے:

و الصواب من القول في ذلك ان
يقال : عني به كل ما كان من
الحديث ملهيا عن سبيل الله ،
مما نهى الله عن استماعه او
رسوله ، لان الله تعالى عم بقوله
(لهو الحديث) ولم يخصص
بعضاً دون بعض ، فذلك على
عمومه ، حتى ياتي ما يدل على
خصوصه ، والغناء والشرك من
ذلك . (التفسير الطبري ۴/۲۱)

کم و بیش یہی رائے زنجیری اور رازی نے اختیار کی ہے:

اللهو كل بئاطل ألهي عن الخير
وعما يعني و (لهو الحديث) نحو
السمر بالأساطير والأحاديث التي
لا أصل لها، والتحدث بالخرافات
والمضاحيك وفضول الكلام،
وما لا ينبغي من كان و كان،
ونحو الغناء وتعلم الموسيقى، وما
أشبه ذلك. (الكشاف ۳/۴۹۶-۴۹۸)

أن ترك الحكمة والاشتغال

”اس سے مراد اچھی بات کو چھوڑ کر کسی بری

دوسری چیزیں۔“

”ہر وہ باطل چیز ’لھو‘ ہے جو انسان کو خیر کے
کاموں اور با مقصد باتوں سے غافل کر دے۔
جیسے داستان گوئی، غیر حقیقی قصے، خرافات ہنسی
مذاق، فضول باتیں، ادھر ادھر کی ہانکنا اور جیسے
گانا، موسیقار کا موسیقی سیکھنا اور اس طرح کی
دوسری چیزیں۔“

بحديث آخر قبيح. بات میں مشغول ہو جانا ہے۔“

(التفسير الكبير ۱۲۵/۱۲۰)

زیادہ تر اردو مفسرین نے بھی ان الفاظ کا مفہوم غنا کے پہلو سے بیان نہیں کیا۔ مفتی محمد شفیع نے ”معارف القرآن“ میں ان کے معنی ”کھیل کی باتیں“ درج کیے ہیں^{۲۷}۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے ”ترجمان القرآن“ میں ان کا ترجمہ ”غافل کرنے والا کلام“ کیا ہے^{۲۸}، مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس سے مراد کھیل کی باتیں لیا ہے^{۲۹}۔ اسی طرح صاحب ”تفہیم القرآن“ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی اسی عمومی مفہوم کو اختیار کرتے ہوئے اس کا ترجمہ ”کلام دل فریب“ کیا ہے^{۳۰}۔ ان علما میں سے کسی نے بھی اپنی تفسیر میں ان الفاظ کا مصداق طے کرتے ہوئے غنا کی تخصیص نہیں کی۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان الفاظ کی بنا پر قرآن مجید کے حوالے سے حرمت غنا کی تعیین ہرگز درست نہیں ہے۔ قرآن مجید کا اپنا عرف بھی اس تعیین سے ابا کرتا ہے۔ ”لھو“ کا لفظ سورہ لقمان کے علاوہ دوسرے کئی مقامات پر نقل ہوا ہے۔ ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک جگہ پر بھی سیاق کلام غنا کی تخصیص کو قبول نہیں کرتا^{۳۱}۔ بعض مقامات پر ”لھو“ کا لفظ اخروی زندگی کے مقابلے میں دنیوی زندگی کی کم مائیگی کو بیان کرنے کے لیے آیا ہے۔ سورہ عنکبوت میں ہے:

وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ. (۶۴:۲۹) اگر وہ اس کو جانتے۔“

یہی بات سورہ انعام میں قدرے تفصیل سے بیان ہوئی ہے:

وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا ”کہتے ہیں کہ زندگی تو بس یہی دنیا کی زندگی

۲۷ ۴۲۱/۵۔

۲۸ ۱۷۴/۳۔

۲۹ تفسیر عثمانی، تفسیر سورہ لقمان فائدہ: ۳۔

۳۰ ۸/۴۔

وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ
 وَقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ. قَالَ الْيَسَّ هَذَا
 بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبَّنَا قَالَ
 فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ
 تَكْفُرُونَ. قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا
 بِلِقَاءِ اللَّهِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ تَهُمُ
 السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يَحْسِرُنَا عَلَىٰ
 مَا فَرَّطْنَا فِيهَا وَهُمْ يَحْمِلُونَ
 أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ إِلَّا سَاءَ
 مَا يَزِرُونَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا
 لَعِبٌّ وَلَهُوَ وَلِلْآخِرَةِ خَيْرٌ
 لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (۲۹:۳۲)

ہے، اور مرنے کے بعد ہم اٹھائے نہیں جانے
 کے۔ اور اگر تم دیکھ پاتے اس وقت کو جب یہ
 اپنے رب کے حضور کھڑے کیے جائیں گے، وہ
 ان سے پوچھے گا، کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے؟ وہ
 جواب دیں گے، ہاں، ہمارے رب کی قسم، یہ
 امر واقعہ ہے! فرمائے گا: پس چکھو عذاب اپنے
 کفر کی پاداش میں۔ گھائے میں رہے وہ لوگ
 جنہوں نے اللہ سے ملاقات کو جھٹلایا۔ یہاں
 تک کہ جب وہ گھڑی آپنچے گی، وہ کہیں گے کہ
 ہائے افسوس ہماری اس کوتاہی پر جو اس باب
 میں ہم سے ہوئی! اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں
 پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ جان رکھو کہ نہایت
 ہی برا ہوگا۔ وہ بوجھ یہ اٹھائیں گے اور یہ دنیا کی
 زندگی تو بس کھیل تماشا ہے۔ البتہ دار آخرت
 ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو تقویٰ رکھتے ہیں۔
 تو کیا تم سمجھتے نہیں؟“

بعض مقامات پر یہ لفظ ناعاقبت اندیش لوگوں کے دین کو کھیل تماشا بنانے کے مفہوم میں آیا ہے:
 ”ان لوگوں کو چھوڑو جنہوں نے اپنے دین کو
 کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور جن کو دنیا کی زندگی
 نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔“
 (الانعام ۶:۷۰)

وَنَادَىٰ أَصْحَبُ النَّارِ أَصْحَبَ
 الْجَنَّةِ أَنْ أَفِضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ
 أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ

”اور دوزخ والے جنت والوں کو آواز دیں
 گے کہ پانی یا ان چیزوں میں سے، جو اللہ نے
 تمہیں بخش رکھی ہیں، کچھ ہم پر بھی کرم فرماؤ۔“

حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ. الَّذِينَ
اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا وَغَرَّتْهُمْ
الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنْسُهُمُ
كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَذَا وَمَا
كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ.

(الاعراف: ۷۰-۵۱)

وہ جواب دیں گے کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں
کافروں کے لیے حرام کر رکھی ہیں۔ ان کے
لیے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنایا اور
جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا،
پس آج ہم ان کو نظر انداز کریں گے جس طرح
انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلائے
رکھا اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے
رہے۔“

سورہ جمعہ میں یہ لفظ اپنے لغوی مفہوم میں استعمال ہوا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ
لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا
إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ
خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ فَإِذَا
قُضِيَ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي
الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ
وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ. وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا
انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ
مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهِوِ وَمِنْ
التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ.

(۹:۶۲-۱۱)

”ایمان والو، جب جمعہ کے دن کی نماز کے
لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف
مستعدی سے چل کھڑے ہو اور خرید و فروخت
چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔
پھر جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ
اور اللہ کے فضل کے طالب بنو اور اللہ کو زیادہ یاد
رکھو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ اور لوگوں کا حال یہ ہے کہ
جب وہ کوئی تجارت یا دلچسپی کی چیز دیکھ پاتے
ہیں تو اس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں اور تم کو
کھڑے چھوڑ دیتے ہیں۔ کہہ دو، جو اللہ کے
پاس ہے، وہ کھیل تماشے اور تجارت سے کہیں
بہتر ہے۔ اور اللہ بہترین روزی دینے والا
ہے۔“

ان تمام مقامات پر اگر لہو کے مفہوم میں کھیل تماشے کی جگہ موسیقی کا لفظ رکھ کر دیکھیں تو ہر صاحب نظر

پر یہ بات پوری طرح واضح ہو جائے گی کہ آیات کا اسلوب اور سیاق و سباق اس تخصیص کو کسی طرح بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

سورہ لقمان کی مذکورہ آیت میں ’لہو الحدیث‘ کا مفہوم اگر عربی لغت، عرف قرآن اور سیاق کلام کی روشنی میں سمجھا جائے تو اس سے مراد وہ گم راہ کن باتیں قرار پائیں گی جو مفسدین زمانہ نزول قرآن میں لوگوں کو کتاب اللہ سے منحرف کرنے کے لیے پھیلا رہے تھے۔ مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”لہو الحدیث‘ اسی طرح کی ترکیب ہے جس طرح دوسرے مقام میں ’زخرف القول‘ کی ترکیب استعمال ہوئی ہے۔ یہاں یہ لفظ کتاب حکیم کی آیات کے مقابل میں استعمال ہوا ہے۔ اس وجہ سے اس سے مراد وہ گم راہ کن باتیں ہیں جو وقت کے مفسدین لوگوں کو آیات الہی سے برگشتہ کرنے کے لیے پھیلاتے تھے۔ قرآن لوگوں کو زندگی کے اصل حقائق کے سامنے کھڑا کرنا چاہتا تھا، لیکن مخالفین کی کوشش یہ تھی کہ لوگ انھی مزخرفات میں پھنسے رہیں جن میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہاں اسی صورت حال کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اسلوب بیان اظہار تعجب کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے تو لوگوں کی ہدایت کے لیے ایک پر حکمت کتاب اتاری ہے، لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان میں بہتیرے اس کے مقابل میں انھی فضول باتوں کو ترجیح دیتے ہیں جو ان کی خواہشوں اور بدعتوں کے لیے سند تصدیق فراہم کرتی ہیں... مفسدین کی یہ تمام سعی نامراد اس لیے ہے کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں، حالانکہ اللہ کی راہ کو چھوڑ کر جس راہ پر وہ چل رہے ہیں اور جس پر لوگوں کو بھی چلانا چاہتے ہیں، اس کے حق میں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود جسارت کا یہ عالم ہے کہ اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے اور اپنی بے سروپا باتوں کی تائید میں آسمان و زمین کے قلابے ملا تے ہیں... ان کے لیے ایک نہایت سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔“ (تذکر قرآن ۶/۱۲۳)

مفسدین نے لوگوں کو قرآن سے دور کرنے اور خرافات میں مشغول کرنے کے لیے لہو و لعب کے جو ذرائع اختیار کیے ہوں گے، وہ اس زمانے کے لحاظ سے ظاہر ہے کہ خطبات، کھیل تماشے، موسیقی کی محفلیں اور مشاعرے ہی ہو سکتے ہیں۔ یہ ذرائع اگر لوگوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لیے اختیار کیے جائیں تو فی نفسہ مباح ہونے کے باوجود اپنے غلط استعمال کی وجہ سے شنیع قرار پائیں گے اور اہل ایمان کو

ان سے گریز ہی کی تلقین کی جائے گی۔

’سامدون‘ کے معنی

أَزِفَتِ الْأَزِفَةُ. لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ أَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ
تَعْجَبُونَ. وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ. وَأَنْتُمْ سَمِدُونَ. فَاسْجُدُوا لِلَّهِ
وَاعْبُدُوا. (النجم ۵۳: ۵۷-۶۲)

”قرب آنے والی قریب آگئی ہے۔ اللہ کے سوا اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہو سکتا۔ تو کیا تم اس کلام پر
متعجب ہوتے ہو۔ اور ہنستے ہو، روتے نہیں۔ اور تم ’سامد‘ ہو۔ اللہ ہی کو سجدہ کرو اور اسی کی بندگی کرو۔“
بعض مفسرین ان آیات سے بھی حرمت موسیقی کے لیے استدلال کرتے ہیں۔ یہاں لفظ ’سامدون‘
کا مفہوم ان کے نزدیک غنا ہے۔

لغت کی کتابوں میں ’سامد‘ کے حسب ذیل معنی نقل ہوئے ہیں:

سمد: السامد الإلهي الرفع
رأسه. من قولهم سمد البعير في
سيره. (المفردات في غريب القرآن ۲۴۱)
”سمد (کے معنی تکبر سے سراٹھانا ہے): سمد وہ
عافل شخص ہے جو اپنا سر اونچا رکھے۔ اصلاً یہ
اونٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اہل زبان
کہتے ہیں: ’سمد البعير‘ یعنی اونٹ نے
چلتے ہوئے سر کو اٹھائے رکھا۔“

علا. وسمدت الابل تسمد
سمودا: لم تعرف الاعياء. وسمد
سموداً: غنى. وروي عن ابن
عباس أنه قال: السمود الغناء بلغة
حمير. (لسان العرب ۲۱۹/۳)
”وہ بلند ہوا اور اونٹ تیز چلے اس حال میں کہ
وہ گردنیں اٹھائے ہوئے تھے اور انھوں نے
تھکاؤٹ محسوس نہ کی۔ اور سمد کے معنی ہیں: اس
نے گانا گایا اور ابن عباس سے مروی ہے: حمیری
زبان میں سمود کے معنی گانے کے ہیں۔“

سمد: قام رافعا رأسه ناصباً
صدره فهو سامد، وغنى، وقام
”جو شخص اپنا سر اٹھا کر اور سینہ تان کر کھڑا ہو وہ
سامد ہے اور اس کے معنی گانا گانے کے بھی ہیں

متحیراً۔ (اقرّب الموارد ۵۳۹/۱) اور متحیر کھڑے ہونے کے بھی ہیں۔“

ان لغات کی روشنی میں 'سامد' کے معنی یہ قرار پائیں گے:

۱۔ متحیر یا حیران کھڑا ہونے والا۔

۲۔ تکبر سے سراٹھانے والا۔

۳۔ سراٹھا کر اور سینہ تان کر کھڑا ہونے والا۔

۴۔ گانا گانے والا۔

'سامدون' کے حوالے سے جب ہم تفسیری اقوال کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس سے تین مختلف قول مروی ہیں۔ ایک کے مطابق اس سے مراد 'لاہون' یعنی کھیلنے والے ہیں، دوسرے کے مطابق اس کا معنی غنا ہے اور تیسرے کے مطابق تکبر سے سینہ تان کر گزرنے والے^{۳۱}۔ قتادہ کے نزدیک اس سے مراد 'غافلون' یعنی غافل ہو جانے والے ہیں^{۳۲}۔ ضحاک کی رائے میں اس سے مراد لہو و لعب میں مشغول ہونے والے ہیں^{۳۳}۔

علمائے تفسیر میں سے زحشری کی رائے ہے: "وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ: شَامِدُونَ (سامدون کے معنی) مغرور اور غضب ناک ہونے کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد لہو و لعب ہے۔ اور اہل عرب یہ بھی کہتے ہیں: 'اسمدی لنا' یعنی ہمارے لیے گاؤ۔"

امام رازی کی تفسیر ہے:

(وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ) أي غافلون.

(التفسير الكبير ۲۹/۲۷)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگرچہ اس لفظ کا ایک معنی غنا بھی نقل ہوا ہے، مگر بیش تر

۳۱ تفسیر طبری ۲۷-۲۸ / ۹۶-۹۷۔

۳۲ تفسیر طبری ۲۷-۲۸ / ۹۷۔

۳۳ تفسیر طبری ۲۷-۲۸ / ۹۷۔

مفسرین نے اس سے یہ مراد نہیں لیا۔ ہمارے نزدیک اگر سیاق کلام کو پیش نظر رکھیں تو اس سے غنا کا مفہوم مراد نہیں لیا جاسکتا۔

یہ لفظ سورہ نجم کی اختتامی آیات کا حصہ ہے۔ اس سورہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخرت کی جزا اور سزا کے اثبات کو بیان کر رہی ہے۔ یہ اس پس منظر میں نازل ہوئی ہے کہ مشرکین عرب قرآن مجید کے الہامی ہونے پر بے سرو پا اعتراضات اور شبہات کا اظہار کر رہے تھے اور اس کے برعکس اپنے کانہوں اور نجومیوں کی خرافات کو بے سوچے سمجھے مان رہے تھے۔ چنانچہ اس کی تمہید میں مخاطبین سے یہ کہا گیا ہے کہ قرآن مجید ایسا کلام نہیں ہے جیسا تمہارے کانہ اور نجومی پیش کرتے ہیں۔ یہ وحی الہی ہے، اس کے حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس لیے اس پر نکتہ چینی کرنے کے بجائے اسے شرح صدر سے قبول کرو۔ خاتمہ سورہ میں بھی اسی بات کی تذکیر و تنبیہ کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ قیامت تمہارے بالکل قریب ہے اور تم اس سے غافل ہو کر مذاق میں پڑے ہوئے ہو، دریاں حالیکہ یہ ہنسنے کا نہیں، بلکہ رونے کا مقام ہے۔ چنانچہ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس سیاق میں ’سما مدون‘ سے غنا کے معنی مراد لینا کسی لحاظ سے بھی موزوں نہیں ہے، یہاں اس سے مراد مخاطبین کا غافل ہو جانا اور قرآن مجید سے بے اعتنائی برتنا ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی خاتمہ سورہ کی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”ان کے حال پر اظہار تعجب ہے کہ جو کتاب تمہیں اتنے بڑے عذاب کے قرب کی خبر دے رہی ہے، تم اس کے انداز پر تعجب کر رہے ہو کہ بھلا تم پر عذاب کدھر سے اور کیوں آجائے گا! آگاہ ہو جاؤ کہ یہ چیز ہنسنے اور مذاق اڑانے کی نہیں، بلکہ رونے اور سرپیٹنے کی ہے، لیکن تم رونے کی جگہ اس پر ہنس رہے ہو! ’سمد‘ اور ’سمود‘ کے معنی مدہوش ہونے کے ہیں۔ یعنی یہ کتاب تو تمہیں جھنجھوڑ کر جگا رہی ہے، لیکن تم غفلت کے بستروں پر پڑے سو رہے ہو۔ خیریت چاہتے ہو تو جاگو اور دوسرے دیویوں اور دیوتاؤں کو چھوڑ کر اپنے رب ہی کو سجدہ کرو اور اسی کی بندگی کرو۔ اس کے سوا کوئی اور اس آفت سے نجات دینے والا نہیں بنے گا۔“ (تذکر قرآن ۸/۸۰)

صوت شیطان کا مصداق

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ قَالَ ءَأَسْجُدُ

لَمَنْ خَلَقْتَ طِينًا. قَالَ أَرَأَيْتَ هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا. قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاءُكُمْ جَزَاءً مَوْفُورًا. وَاسْتَغْفِرْ مَنْ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدَّتِهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا. إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَكَفَى بِرَبِّكَ وَكِيلًا. (بنی اسرائیل ۶۱: ۷۵-۷۵)

”اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا، لیکن ابلیس نے نہیں کیا۔ وہ بولا کہ کیا میں اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا۔ اس نے کہا ذرا دیکھ تو اس کو جس کو تو نے مجھ پر عزت بخشی ہے، اگر تو نے مجھے روز قیامت تک مہلت دے دی تو میں، ایک قدرے قلیل کے سواء اس کی ساری ذریت کو چٹ کر جاؤں گا۔ فرمایا: جا، جو ان میں سے تیرے پیرو بن جائیں گے تو جہنم تم سب کا پورا پورا بدلہ ہے۔ اور ان میں سے جن پر تیرا بس چلے، ان کو اپنی ’صوت‘ سے گھبرالے، ان پر اپنے سوار اور پیدل چڑھالہ، مال اور اولاد میں ان کا سا جھی بن جا اور ان سے وعدہ کر لے اور شیطان ان سے محض دھوکے ہی کے دعوے کرتا ہے۔ بے شک، میرے اپنے بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا اور تیرا لب کار سازی کے لیے کافی ہے۔“

ان آیات میں ’وَاسْتَغْفِرْ مَنْ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ‘ کے الفاظ آئے ہیں۔ یہاں ’صوت‘ کا لفظ شیطان کی نسبت سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو راندہ درگاہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ تو یہاں سے نکل جا اور اگر تیرا بس چلتا ہے تو اپنی ’صوت‘ سے انسانوں کو بہکا لے۔

’صوت‘ عربی زبان کا معروف لفظ ہے جس کے معنی آواز کے ہیں۔ تفسیری اقوال کی روشنی میں بعض مفسرین نے اس کا مصداق ’غنا‘ بیان کیا ہے۔ تاہم اس ضمن میں محض غنا ہی کے بارے میں اقوال نہیں ہیں، بلکہ دیگر معانی کے حامل اقوال بھی روایتوں میں نقل ہوئے ہیں۔ کم و بیش ان تمام اقوال کو طبری اور ابن کثیر نے اپنی تفسیروں میں جمع کر دیا ہے۔ ابن عباس کے قول کے مطابق ’وَاسْتَغْفِرْ مَنْ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ‘ سے مراد ’صوتہ کل داع دعا الی معصیۃ اللہ‘ ہے۔ یعنی ہر اس داعی کی آواز جو اللہ کی نافرمانی کی طرف پکارے۔ مجاہد کے نزدیک یہاں صوت سے مراد لہو و لعب ہے۔ مجاہد ہی کے

حوالے سے ابن کثیر نے اس کا مصداق لہو کے ساتھ غنا کو بھی قرار دیا ہے۔^{۳۶} قتادہ کی رائے میں صوت شیطان سے مراد شیطان کی دعوت ہے۔^{۳۷}

ہمارے نزدیک صوت شیطان یعنی شیطان کی آواز کو غنا سے محدود کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ اکثر جلیل القدر مفسرین نے اس نوعیت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ صاحب کشاف نے اسے ایک تمثیلی کلام قرار دیا ہے اور صوت شیطان سے مراد شیطان کا برائی کی طرف دعوت دینا بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

فإن قلت : ما معنى استفزاز إبليس بصوته وإجلا به بخيله ورجله؟ قلت : هو كلام ورد مورد التمثيل، مثلت حاله في تسلطه على من يغويه بمغوار أوقع على قوم فسوت بهم صوتا يستفزهم من أمانهم ويقلقهم عن مواضعهم - وقيل : بصوته بدعائه إلى الشر.

”اگر تم کہو کہ ابلیس کا اپنی آواز اور اپنے گھڑسواروں اور پیادوں (کی فوج) کے ساتھ حملہ آور ہونے کا کیا مطلب ہے تو میں کہوں گا کہ یہ کلام تمثیلی ہے اور شیطان کے مسلط ہونے کو بیان کر رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کس کس طرح ایک انسان کو بہکا تا ہے یا کسی قوم پر اپنی آواز سے مسلط ہو کر انہیں اپنے مکانوں اور ٹھکانوں سے باہر کھینچ لاتا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کی آواز سے مراد برائی کی طرف دعوت دینا ہے۔“ (۶۳۳/۲)

کم و بیش یہی مفہوم رازی نے ”التفسیر الکبیر“ میں درج کیا ہے:

صوته دعاؤه إلى معصية الله تعالى. (۶/۲۱)

”اس (شیطان) کی آواز سے مراد اس کا اللہ کی نافرمانی کی طرف بلانا ہے۔“

”روح المعانی“ میں آلوسی نے غنا سے متعلق قول کا حوالہ دینے کے باوجود اس سے اللہ کی نافرمانی کی

۳۴ تفسیر طبری ۱۵/۱۳۶۔

۳۵ تفسیر طبری ۱۵/۱۳۶۔

۳۶ ۳/۴۹۔

۳۷ تفسیر طبری ۱۵/۱۳۶۔

طرف دعوت اور وسوسہ اندازی ہی کا مفہوم مراد لیا ہے:

(بصوتك) أي بدعائك إلی
معصية الله تعالى ووسوستك،
وأخرج ابن المنذر وابن جرير
وغيرهما عن مجاهد تفسيره
بالغناء والمزامير واللهو والباطل.
مراد گانا، مزامیر، باطل اور لہو ہے۔“

(۱۱۱/۱۵)

مولانا مفتی محمد شفیع نے صوت کا مفہوم غنا کی تخصیص کے بغیر بیان کیا ہے اور اس سے شیطان کی ہر وہ
پکار مراد لی ہے جو اللہ کی نافرمانی کی طرف دعوت دیتی ہے:

”اور ان میں سے جس کو اپنی آواز سے بچلا سکے اس کو بچلا۔ یعنی جس طرح تو اللہ کی معصیت کی
طرف بلا سکتا ہے بلا، دنیا میں جو آواز اور پکار اللہ کی نافرمانی کی طرف دی جاتی ہے وہ درحقیقت شیطان
کی آواز ہوتی ہے جیسے راگ اور ہاجے کی آواز“ (۳۳۷)

ہمارے نزدیک قرآن مجید نے ’صوت‘ کا لفظ استعمال کر کے ان تمام ہتھکنڈوں کی طرف اشارہ کیا
ہے جو شیطان صوت رحمان کے مقابل میں پیش کرتا اور ان کے ذریعے سے اللہ کے بندوں کو گمراہی کی
طرف مائل کرتا ہے۔ اسی پہلو سے دیکھیے تو ہر وہ چیز صوت شیطان ہے جو انسان کو اس کے پروردگار سے
سرکشی یا دوری کا درس دیتی ہے۔ یہ درس اگر کوئی تقریر، کوئی تعلیم، کوئی شاعری اور کوئی موسیقی دیتی ہے تو وہ
بلاشبہ صوت شیطان ہے اور اسلام اسے کسی حال میں گوارا نہیں کر سکتا۔ مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں
شیطان کا وہ پیغام شنیع قرار پائے گا نہ کہ تقریر، تحریر، تدریس، شاعری اور موسیقی جیسی اصناف ہی اصلاً لغو
ٹھہریں گی۔

مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

”استفزاز“ کے معنی گھبرادینے اور پریشان کر دینے کے ہیں اور ’صوت‘ سے مراد یہاں شور و غوغا،

۳۸ صاحب ”معارف القرآن“ مولانا مفتی محمد شفیع ”اسلام اور موسیقی“ کے مولف ہیں۔ اس تالیف میں انھوں
نے مذکورہ آیت کو غنا کی حرمت کے لیے بطور دلیل پیش کیا ہے۔

ہنگامہ اور پروپیگنڈا ہے۔

ابلیس اور اس کی ذریات کو اضلال کی مہم چلانے کی جس حد تک مہلت ملی ہوئی ہے، یہ اس کی طرف اشارہ ہے تاکہ لوگ اس کو کوئی آسان بازی نہ سمجھیں، بلکہ جو اس کے فتنوں سے اپنے ایمان کو بچانا چاہتے ہوں، وہ ہر وقت اس کا مقابلہ کرنے کے لیے چوکس رہیں۔

’وَاسْتَفْزِزْ مَنْ اسْتَطَاعَتْ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ‘ یعنی جا، لوگوں کو صراطِ مستقیم سے ہٹانے کی مہم میں اپنے شور و غوغا، اپنے نعرے اور ہنگامے، اپنے ریڈیو اور سینما، اپنے گانے بجانے، اپنے جلسوں اور جلوسوں، اپنی تقریروں اور اعلانات، اپنے اخبارات و رسائل اور اس قبیل کی ساری ہی چیزوں سے جو فائدہ اٹھا سکتا ہے، اٹھالے اور جن کے قدم اکھاڑ سکتا ہے، اکھاڑ دے۔

’وَاجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجُلِكَ‘ سواروں کی جماعت اور رُجل‘ پیادوں کی ٹولی۔ یعنی اپنے لشکرِ ضلالت کے سواروں اور پیادوں کو بھی ان پر چڑھالا اور اس طرح بھی اگر تیرا بس چلے تو ان کو ایمان سے پھیرنے کی کوشش کر دیکھ یہ ملحوظ رہے کہ سوار اور پیادے چڑھالانا محض استعارہ ہی نہیں ہے، بلکہ امر واقع بھی ہے۔ وہ تمام جنگیں جو دشمنانِ اسلام نے اہل ایمان کو دینِ حق سے پھیرنے کے لیے برپا کی ہیں، وہ سب اس میں داخل ہیں۔‘ (تدبر قرآن ۵۲۰/۴)

’لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ‘ کی تفسیر

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا (فرقان ۷۲:۲۵)

”اور جو لوگ کسی باطل میں شریک نہیں ہوتے اور اگر کسی بے ہودہ چیز پر سے ان کا گزر ہوتا ہے تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔“

بعض مفسرین نے اس آیت کے لفظ الزور سے مراد غنالیہ ہے اور اس بنا پر موسیقی کو باطل قرار دیا ہے۔ لغت میں اس کے معنی جھوٹ اور باطل کے بیان کیے گئے ہیں۔

”لسان العرب“ میں ہے:

والزور: الكذب والباطل، وقيل شهادة الباطل. (۳۳۶/۴) باطل گواہی کو بھی زور کہا گیا ہے۔“

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

قیل للکذب زور لکونه مائلا عن جہتہ، قال: ظلما وزورا.
 ”(زور کا معنی ہے منحرف ہونا) اور جھوٹ کے لیے ’زور‘ کا لفظ اس لیے استعمال ہوتا ہے کہ جھوٹی بات بھی راہ حق سے منحرف ہوتی ہے۔ (المفردات فی غریب القرآن ۲۱۷)
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (کفار کا دعویٰ) ظلم اور جھوٹ ہے۔“

یہ رائے روایات میں منقول مجاہد اور محمد بن حنفیہ کے اقوال پر مبنی ہے۔ ان کے مطابق ’زور‘ سے مراد غنا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے حوالے سے بھی بھصا ص نے اس کے معنی غنا ہی نقل کیے ہیں۔
 اس کے برعکس ضحاک سے ’شُرک‘ کے معنی منقول ہیں۔ ابن جریج سے اس کا مفہوم ’کذب‘ نقل ہوا ہے۔

کشاف، تفسیر الکبیر اور روح المعانی میں ’زور‘ سے مراد باطل اور کذب ہی لیا گیا ہے اور یشہدون الزور کے معنی جھوٹی گواہی کے نقل ہوئے ہیں۔
 ہمارے نزدیک اس آیت میں ’زور‘ اپنے لغوی مفہوم ہی کے لحاظ سے آیا ہے، اسے غنا، شرک یا کسی دوسرے مفہوم کا حامل قرار دینا ہرگز معوزوں نہیں ہے۔ طبری بیان کرتے ہیں:

فاذا كان ذلك كذلك فاولى الاقوال بالصواب في تاويله ان يقال: والذين لا یشہدون شیئا من الباطل ولا شرکا ولا غناء ولا کذبا ولا غیرہ وکل ما لزمہ
 ”اس تفصیل کی روشنی میں اس آیت کا صحیح ترین مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ باطل کے کسی کام میں شریک نہیں ہوتے۔ چاہے وہ شرک ہو یا گناہ بجانا یا جھوٹ یا اس کے علاوہ کوئی بھی ایسا کام جس پر ’زور‘ کا اطلاق ہوتا ہو۔“

۳۹ طبری ۵۸/۱۹، ابن کثیر ۳۲۸/۳-۳۲۹۔

۴۰ احکام القرآن ۵/۲۱۳۔

۴۱ طبری ۵۸/۱۹۔

۴۲ طبری ۵۸/۱۹۔

۴۳ الکشاف ۳/۳۰۱، التفسیر الکبیر ۲۴/۱۱۳، روح المعانی ۵۱/۱۹۔

اسم الزور۔ (تفسیر طبری ۵۸/۱۹)

اس آیت کو اس کے سیاق و سباق کے لحاظ سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار بندوں کی صفات کے ذیل میں جہاں فروتنی، عبادت گزاری، عمل صالح اور توبہ و انابت کے اوصاف بیان کیے ہیں، وہاں یہ وصف بھی بیان کیا ہے کہ وہ کسی جھوٹ اور باطل میں شریک نہیں ہوتے اور لغویات سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

”زور کذب و باطل کو کہتے ہیں اور لغو سے مراد وہ باتیں اور کام ہیں جو ثقہ و بنجیدہ لوگوں کے شایان شان نہ ہوں۔ فرمایا کہ ہمارے یہ بندے کسی باطل کام میں شریک نہیں ہوتے اور اگر کسی لغو چیز کے پاس سے گزرنا ہی پڑ جائے تو نہایت وقار و شرافت سے وہاں سے گزر جاتے ہیں جس طرح ایک گندی جگہ سے ایک صفائی پسند آدمی گزر جاتا ہے۔ سورہ قصص کی آیت ۵۵ میں یہی بات یوں بیان ہوئی ہے:

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ
وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ
أَعْمَالُكُمْ سَلِّمْ عَلَيْكُمْ لَا
نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ .
”اور جب وہ لغو باتیں سنتے ہیں تو ان
کے اعراض کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں
کہ ہمارے ساتھ ہمارے اعمال ہیں اور
تمہارے ساتھ تمہارے اعمال، ہمارا اسلام
لو، ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔“
(۴۸۹/۵)

(تدبر قرآن ۴۸۹/۵)

اس تفصیل سے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی ہے کہ باعتبار لغت مذکورہ بالا الفاظ و تراکیب سے غنا کے معنی اخذ کرنا عربی زبان کے مسلمات کے خلاف ہے۔ تاہم اس کے باوجود اگر ان سے غنا ہی کا مفہوم مراد لینے پر اصرار کیا جائے تب بھی سیاق و سباق اور اسلوب بیان اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتے کہ انھیں موسیقی کی حرمت کے بارے میں کسی حکم کی بنیاد بنایا جائے۔

حرمت موسیقی کے لیے روایات سے استدلال

موسیقی کی حرمت پر جن روایتوں سے استدلال کیا جاتا ہے، ان میں صحیح، حسن اور ضعیف تینوں طرح کی

روایات موجود ہیں۔ ان پر غور کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ تدبر حدیث کے بنیادی اصولوں کو مختصر طور پر جان لیا جائے۔ استاذ گرامی جناب جاوید احمد غامدی نے اپنی کتاب ”میزان“ میں حدیث کے رد و قبول اور اس کے فہم کے حوالے سے حسب ذیل اصول بیان کیے ہیں۔^{۴۵}

رد و قبول کے حوالے سے یہ دو باتیں بیان کی ہیں:

اولاً یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کسی مشتبہ بات کی روایت، چونکہ دنیا اور آخرت، دونوں میں بڑے سنگین نتائج کا باعث بن سکتی ہے، اس لیے یہ ضروری ہے کہ سند کی تحقیق کے لیے جو معیار محدثین نے قائم کیا ہے، اس کا اطلاق آپ سے متعلق ہر روایت پر بغیر کسی رو رعایت کے اور نہایت بے لاگ طریقے پر کیا جائے اور صرف وہی روایتیں قابل اعتنا سمجھی جائیں جو اس پر ہر لحاظ سے پوری اترتی ہوں۔

ثانیاً یہ کہ روایت کے متن میں اس بات کا پورا اطمینان کر لیا جائے کہ کوئی چیز قرآن و سنت اور عقل و فطرت کے مسلمات کے خلاف نہ ہو۔

فہم حدیث کے حوالے سے یہ پانچ اصول بیان کیے ہیں:

۱۔ حدیث کا مفہوم عربی زبان کے مسلمات کی بنا پر اخذ کیا جائے۔

۴۴ روایت کے اعتبار سے یہ علم حدیث کی بنیادی اصطلاحات ہیں۔ ’صحیح‘ سے مراد وہ حدیث ہے جو ’مسند‘ ہو یعنی اپنے راوی سے لے کر آخر تک مربوط و متصل ہو اور اس میں کوئی کڑی ٹوٹی ہوئی نہ ہو؛ وہ ’شاذ‘ بھی نہ ہو یعنی اس میں کوئی ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت نہ کرتا ہو؛ وہ ’معلل‘ بھی نہ ہو یعنی اس میں کوئی ایسی علت قادمہ نہ پائی جاتی ہو جس سے حدیث کی صحت مخدوش ہو جاتی ہے اور اس کے تمام راوی ضابط اور عادل ہوں یعنی حافظے میں نہایت قوی ہوں اور فرائض دینی، بجالانے والے اور منکرات و فواحش سے گریزاں رہنے والے ہوں۔

’حسن‘ سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو، جو شاذ اور معلل بھی نہ ہو اور جس کا راوی عادل تو ہو، مگر اس کے ضبط میں کمی ہو یعنی حافظے کے اعتبار سے قوی نہ ہوں۔ گویا ’صحیح‘ اور ’حسن‘ میں فرق راوی کے ضبط کے قوی اور کمزور ہونے کا ہے۔

’ضعیف‘ سے مراد وہ حدیث ہے جس میں ’صحیح‘ اور ’حسن‘ کی صفات نہ پائی جاتی ہوں۔

۴۵ ص ۶۸۔

- ۲۔ اسے قرآن مجید کی روشنی میں سمجھا جائے۔
 - ۳۔ مدعا و مصداق موقع و محل کے تناظر میں متعین کیا جائے۔
 - ۴۔ موضوع سے متعلق دوسری احادیث کو بھی زیر غور لایا جائے۔
 - ۵۔ اگر کوئی بات عقل و فطرت کے مسلمات کے خلاف محسوس ہو تو اس پر بار بار غور کیا جائے۔^{۴۶}
- ان اصولوں کی روشنی میں اب ہم ان نمائندہ روایتوں کو زیر بحث لائیں گے جن سے موسیقی کی حرمت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں پہلے صحیح اور حسن روایتوں کی توضیح کی جائے گی اور پھر ضعیف روایتوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

صحیح اور حسن روایات

صحیح اور حسن روایات حسب ذیل ہیں:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سازوں کی حرمت

حدثنی ابو عامر ابو مالک الاشعری واللہ ما کذبنی سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف. (بخاری، رقم ۵۲۶۸)

”ابو عامر یا ابو مالک اشعری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو شرم گاہ (زنا)، ریشم، شراب اور سازوں کو حلال کر لیں گے۔“^{۴۷}

۴۶۔ صحابہ کرام کی عدالت، البتہ اس سے مستثنیٰ ہے، اس لیے کہ اس کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دی ہے۔ ملاحظہ ہو: البقرہ ۲: ۱۴۳، آل عمران ۳: ۱۱۰، الحج ۲۲: ۸۔

۴۷۔ بخاری کی مذکورہ روایت پر اس کی صحت کے حوالے سے بھی بعض اعتراضات ہیں۔ ابن حزم اس روایت کے بارے میں اپنی کتاب ”المحلی“ میں لکھتے ہیں:

هذا منقطع و لم يتصل ما بين البخاری و صدقة بن خالد.

اس روایت میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

- ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ زنا، ریشم، شراب اور سازوں کو حلال تصور کریں گے۔
 - 'یستحلون' (حلال کر لیں گے) کے الفاظ سے واضح ہے کہ یہ چیزیں درحقیقت حرام ہیں۔
- اس روایت سے بظاہر چار چیزوں کی حرمت معلوم ہوتی ہے:

۱۔ زنا

۲۔ شراب

۳۔ ریشم

۴۔ ساز

ان چیزوں کے حوالے سے جب ہم ماخذ دین سے رجوع کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے زنا کی حرمت کے بارے میں شریعت نہایت واضح ہے۔ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ اس کی حرمت کا ذکر آیا ہے۔^{۴۸}

شراب کو قرآن مجید نے بھی حرام قرار دیا ہے اور روایتوں میں بھی اس کی حرمت بیان ہوئی ہے۔^{۴۹} ریشم کی حلت و حرمت کے حوالے سے قرآن مجید میں کوئی بات مذکور نہیں ہے، البتہ جنت کے حوالے سے مثبت طریقے سے ریشم کا ذکر ہوا۔ جہاں تک روایات کا تعلق ہے تو اس ضمن میں حلت و حرمت، دونوں

”یہ حدیث منقطع ہے اور بخاری اور صدقہ بن خالد کے مابین اتصال نہیں ہے۔“ (۵۹/۹)

اس کے برعکس بعض علما مثلاً ابن حجر عسقلانی اور ابن قیم جوزی ابن حزم کی اس رائے سے اتفاق نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح متصل ہے۔ علامہ ناصر الدین البانی نے بھی اسے ’صحیح‘ قرار دیا ہے۔

۴۸ بنی اسرائیل میں ہے:

وَلَا تَقْرُبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا. (۳۲:۱۷)

”اور زنا کے پاس بھی نہ پھکو، کیونکہ یہ کھلی ہوئی بے حیائی اور نہایت بری راہ ہے۔“

۴۹ سورہ مائدہ میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. (۹۰:۵)

طرح کی روایتیں موجود ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کو بالکل حرام قرار نہیں دیا۔ آپ نے اس کے مکمل لباس کو عورتوں کے لیے جائز قرار دیا ہے اور مردوں کے لیے ناجائز۔ مردوں کو البتہ، اس کا کچھ حصہ استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ مردوں کے لیے اس کی ممانعت کے اسباب یہ ہیں کہ اس کے استعمال سے عورتوں سے مشابہت کی صورت پیدا ہو سکتی ہے اور اسراف اور تکبر کا اظہار ہو سکتا ہے۔

چنانچہ یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کو علی الاطلاق حرام قرار نہیں دیا، بلکہ اس کے استعمال کی بعض نوعیتوں کو اپنے زمانے کے لحاظ سے ممنوع ٹھہرایا ہے۔
بعینہ یہ معاملہ معارف یعنی آلات موسیقی کا ہے۔ گزشتہ باب میں قرآن مجید کے مطالعے سے یہ بات

”ایمان والو، یہ شراب اور جوا اور تھان اور قسمت کے تیر، سب گندے شیطانی کام ہیں، اس لیے ان سے الگ رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔“

ابوداؤد میں سیدنا ابن عمر کی روایت نقل ہوئی ہے:
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن الله الخمر وشاربها وساقيتها وبائعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة اليه.

(ابوداؤد، رقم ۳۶۷۴)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر اور اس کے پینے والے، اس کے پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، کشید کرنے والے، کشید کرانے والے اور ڈھوک لے جانے والے پر اور اس شخص پر جس کے لیے وہ ڈھوک لے جائی گئی ہو۔“

۵۰ فاطر ۳۵: ۳۳۔ الدھر ۶: ۱۲۔

۵۱ ابن ماجہ، رقم ۳۶۰۵۔ بخاری، رقم ۵۵۴۶۔

ریشم چونکہ بہت قیمتی ہوتا تھا، اس لیے اس کا بے جا استعمال اسراف تھا۔ بادشاہ اور امرا اسے اپنے کروفر کے اظہار کے لیے پہنتے تھے، اس لیے اس پہلو سے اس کا پہننا تکبر کے زمرے میں شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ ریشم کی شاعت کے وجہ اصل میں اسراف اور تکبر ہیں۔ یہ اگر ریشم کے ساتھ وابستہ نہیں رہتے تو وہ ہر لحاظ سے حلال ہے اور یہی اگر کسی اور لباس کے ساتھ منسلک ہو جاتے ہیں تو وہ بھی کراہت کے دائرے میں آجائے گا۔

سامنے آتی ہے کہ اس کے بین الدفتین موسیقی کے بارے میں کوئی حکم موجود نہیں ہے۔ جہاں تک روایات کا تعلق ہے تو ہم اوپر وہ صحیح روایتیں نقل کر چکے ہیں جن سے آلات موسیقی کے جواز کا حکم مستنبط ہوتا ہے۔ موسیقی اور آلات موسیقی کے جواز کی روایتوں کے ہوتے ہوئے بخاری کی مذکورہ روایت کی بنا پر سازوں کو علی الاطلاق حرام قرار دینا، ظاہر ہے کہ کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ تاہم یہ سوال ابھی باقی ہے کہ روایتوں کے اس ظاہری تناقض کے باوصف اس روایت کا مدعا کیسے سمجھا جائے۔ اس مقصد کے لیے یہ مناسب ہوگا کہ مذکورہ روایت کے دیگر طرق اور اس موضوع کی دوسری روایتوں کا مطالعہ کر لیا جائے۔ اس ضمن میں چند روایتیں حسب ذیل ہیں:

عن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیشر بن ناس من امتی الخمر یسمونها بغیر اسمها یعزف علی رؤوسہم بالمعازف والمغنیات یخسف اللہ بہم الارض ویجعل منہم القردة والخنازیر۔

”ابو مالک اشعری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے کئی لوگ شراب کو کسی اور نام سے موسوم کر کے پیئیں گے۔ ان کے سروں پر ساز بجائے جائیں گے اور گانے والی عورتیں گائیں گی۔ اللہ تعالیٰ انھیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور سور بنا دے گا۔“

(ابن ماجہ، رقم ۴۰۲۰)

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال دخلت علی عائشة رضی اللہ عنہا ورجل معها فقال الرجل یا ام المؤمنین حدثینا حدیثا عن الزلزلۃ فاعرضت عنہ بوجہہا قال انس فقلت لہا حدیثنا یا ام المؤمنین عن الزلزلۃ فقالت یا انس ان حدثتک عنہا

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو ایک شخص ان کے ہم راہ تھا۔ اس نے پوچھا: ام المؤمنین، ہمیں (قیامت کے) زلزلے کے بارے میں بتائیے۔ سیدہ نے اپنا رخ اس کی طرف سے پھیر لیا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے پھر کہا: اے ام المؤمنین، ہمیں (قیامت کے) زلزلے کے بارے میں بتائیے۔“

عشت حزينا و بعثت حين تبعث
 وذلك الحزن في قلبك فقلت يا
 امه حديثنا فقالت ان المرأة اذا
 خلعت ثيابها في غير بيت زوجها
 هتكت ما بينها وبين الله
 عز وجل من حجاب وان تطيبت
 لغير زوجها كان عليها ناراً و
 شناراً فاذا استحلوا الزنى و
 شربوا الخمر بعد هذا وضربوا
 المعازف غار الله في سمائه فقال
 للارض تزلزلى بهم.

(المستدرک علی الصحیحین، رقم ۸۵۷۵)

سیدہ عائشہ نے فرمایا: انس، اگر میں نے تمہیں
 اس سے آگاہ کر دیا تو تم غمگین ہو جاؤ گے اور
 جب تم قیامت میں اٹھائے جاؤ گے تو اس وقت
 بھی یہ غم تمہارے دل پر طاری ہوگا۔ انس کہتے
 ہیں کہ میں نے پھر کہا کہ اے ماں، اس کے
 باوجود آپ ہمیں بتائیے۔ سیدہ نے فرمایا: جب
 عورتیں اپنے شوہروں کے گھروں کے علاوہ
 دوسرے گھروں میں لباس اتاریں گی (یعنی
 جب زنا عام ہو جائے گا) تو ان کے اور اللہ کے
 مابین شرم و حیا کا پردہ تار تار ہو جائے گا۔ اور
 جب وہ غیر مردوں کو مائل کرنے کے لیے خوش بو
 لگائیں گی تو یہ بات ان کے لیے آگ کے
 عذاب اور عیب و عار کا سبب بنے گی۔ پھر جب
 لوگ زنا کو حلال سمجھ لیں گے اور اس کے بعد
 شرابیں پیئیں گے اور ساز بجائیں گے تو آسمان
 پر اللہ کی غیرت کو جوش آئے گا اور وہ زمین سے
 فرمائے گا کہ ان کو ہلا کر رکھ دے۔“

”عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
 ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
 پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیا قیامت کی
 کوئی نشانی ہے جس سے اس کے بارے میں
 جان لیا جائے؟ آپ نے فرمایا: اے ابن مسعود،
 بے شک قیامت کی نشانیاں ہیں۔ ان میں سے
 بعض نشانیاں یہ ہیں... کہ آلات موسیقی نمایاں
 ہوں گے اور شرابیوں کی جائیں گی۔“

عن عبد الله بن مسعود قلت يا
 رسول الله هل للساعة من علم
 تعرف به الساعة فقال لي يا بن
 مسعود ان للساعة اعلاما وان
 للساعة اشراطا الا وان من اعلام
 الساعة واشراطها... ان تظهر
 المعازف وتشرب الخمر.
 (المجم الكبير، رقم ۱۰۵۵۶)

ان روایتوں سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ عرب میں ناچ گانا اور شراب لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے تھے اور آلات موسیقی درحقیقت عریانی اور فحاشی کی محفلوں ہی کے ساتھ مخصوص تھے۔ عرب میں ایسی مجالس عام تھیں جن میں امراریشم جیسے متکبرانہ لباس میں ملبوس ہو کر شریک ہوتے، سازوں کے ساتھ ناچ گانے کا اہتمام کیا جاتا، خوب شراب نوشی کی جاتی اور ان کا اختتام فواحش پر ہوتا۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو کوئی بھی مباح چیز ان مجالس کے ساتھ مخصوص ہو کر دائرہ حرمت میں داخل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ روایت سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ اگر شاعری کی کوئی قسم، کوئی لباس، کوئی برتن، کوئی مقام یا کوئی تہوار ایسی غیر اخلاقی سرگرمیوں سے وابستہ ہو جاتا ہے تو وقتی طور پر اس کی ممانعت کا حکم لگانا شریعت کے منشا کے عین مطابق ہے۔^{۵۲}

گھنٹی سے فرشتوں کی کراہت

۱۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الجرس مزامیر الشیطان. (ابوداؤد، رقم ۲۵۵۶)

۲۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تصحب الملائکۃ رفقة فیہا کلب ولا جرس. (ابوداؤد، رقم ۲۵۵۵)

۱۔ ”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھنٹی شیطان کا ساز ہے۔“
۲۔ ”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے (مسافروں کی) اس جماعت کے ہم راہ نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہو یا کتا ہو۔“^{۵۳}

ان روایتوں میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

۵۲۔ ان روایتوں سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ درحقیقت قرب قیامت کی علامتوں کا بیان ہے۔ اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ اصلاً قرب قیامت کی نشانیوں کو بیان کر رہی ہیں نہ کہ ان کا اصل مقصود بعض اشیا کی حرمت واضح کرنا ہے۔ اس پہلو سے ان روایات پر مزید بحث ہو سکتی ہے، مگر چونکہ ان میں شراب اور آلات موسیقی کے باہم ذکر نے صورت واقعہ کو پوری طرح واضح کر دیا ہے، اس وجہ سے یہ بحث محض طوالت کا باعث ہوگی۔
۵۳۔ محدثین نے ان دونوں روایتوں کو ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

○ گھنٹی شیطان کے سازوں میں سے ہے۔

○ فرشتے مسافروں کی اس جماعت کے ہم راہ نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہو۔

○ وہ اس جماعت کے ساتھ بھی نہیں ہوتے جس میں کتا ہو۔

الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ اس موضوع کی متعدد روایتیں حدیث کی کتابوں میں موجود

ہیں۔ ہمارے نزدیک حسب ذیل نکات کی بنا پر ان سے حرمت موسیقی پر استدلال درست نہیں ہے:

اولاً، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عرب میں 'جرس' (گھنٹی) کو بالعموم آلات موسیقی میں شمار ہی نہیں کیا جاتا تھا۔ 'المفصل فی تاریخ العرب' میں ڈاکٹر جواد علی نے 'آلات الطرب' کے زیر عنوان جہاں عرب کے آلات موسیقی کے بارے میں بیان کیا ہے، وہاں جرس کا کوئی حوالہ مذکور نہیں ہے:

وآلات الطرب عند العرب ثلاثة: "عرب کے آلات موسیقی تین قسم کے تھے:

آلات ذات اوتار كالعود و آلات ایک تار والے جیسا کہ ستار، دوسرے پھونک
نفخ، و آلات ضرب كالصنوج سے بجانے والے اور تیسرے ضرب لگا کر
والطبل والدف. (۱۹۸/۵) بجانے والے جیسے ڈھول، طبل اور دف وغیرہ۔"

اس کے ذیل میں مصنف نے دف، برباط، صنج، ون، ونج، معزف، طبل، طنبور، کوبہ، قنین، اور مزار کا ذکر کیا ہے، مگر جلجل یا جرس کا ذکر نہیں کیا۔ تاہم برسیل تنزل اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس سے مراد آلہ موسیقی ہے، تب بھی روایات میں یہ جس طریقے سے مذکور ہے، اس سے آلہ موسیقی کا مفہوم کسی طور اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ روایتوں میں اس کا ذکر اونٹوں کے گلے میں لٹکائی جانے والی گھنٹی ہی کے حوالے سے آیا ہے:

عن ام سلمة ان رسول الله صلى	"ام سلمہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
الله عليه وسلم رأى ابرة في	وسلم نے کچھ اونٹ دیکھے ان میں سے بعض کے
بعضها جرس فلما سمع صوته	(گلے میں) گھنٹی تھی۔ جب آپ نے اس کی
قال ما هذا قال رجل هذا	آواز سنی تو پوچھا: یہ کیا ہے؟ ایک آدمی نے عرض
الجلجل فقال رسول الله وما	کیا: یہ جلجل ہے۔ آپ نے پوچھا جلجل کیا
الجلجل قال الجرس قال نعم	ہے؟ اس نے کہا: گھنٹی۔ آپ نے فرمایا: اچھا تم
فاذهب فاقتطعه ثم ارم به ففعل	جاؤ اور اسے کاٹ کر پھینک دو۔ اس نے آپ

ثم رجع الرجل فقال يا رسول الله ما له فقال رسول الله ان الملائكة لا تصحب رفقة فيها جرس. (المعجم الكبير، رقم ۱۰۰۱)

کے ارشاد کی تعمیل کی۔ پھر اس آدمی نے واپس آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ، یہ حکم آپ نے کس وجہ سے دیا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قافلے میں گھنٹی ہو، فرشتے اس کے ہم راہ نہیں ہوتے۔“

عن خالد بن معدان قال مروا على النبي بناقة في عنقها جرس فقال هذه مطية شيطان. (ابن أبي شيبة، رقم ۳۲۵۹۹)

”خالد بن معدان بیان کرتے ہیں: (کسی سفر کے دوران میں) کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے ایک ایسی اونٹنی کے ساتھ گزرے جس کی گردن میں گھنٹی تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ شیطان کی سواری ہے۔“

اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ درحقیقت اس گھنٹی کا بیانی ہے جو اونٹوں یا دوسرے جانوروں کے گلے میں لٹکائی جاتی تھی۔ جانوروں کی گردنوں میں گھنٹی باندھنے کا مقصد انھیں آراستہ کرنا بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ راعی یا سادبان اپنے جانوروں سے باخبر رہیں اور اگر وہ کہیں کھو جائیں تو اس کی آواز کے ذریعے سے انھیں ڈھونڈنے میں مدد مل سکے، مگر یہ بہر حال نہیں ہو سکتا کہ اس سے موسیقی کا حظ اٹھایا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل آلات موسیقی بھی اسی صورت میں موثر ہوتے ہیں جب انھیں خاص ترتیب سے بجایا جائے۔ یہ ترتیب ہی انھیں زمرہ موسیقی میں داخل کرتی ہے۔ اناڑی کا بے تال انداز سے طبل کو بجانا موسیقی نہیں ہے اور ماہر فن کا تال کے ساتھ تختے کو بجانا بھی موسیقی ہے۔ چنانچہ یہ بات قطعی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ مذکورہ روایت میں ’جرس‘ کا ذکر آلہ موسیقی کے طور پر نہیں آیا ہے، اس لیے اس کی بنا پر آلات موسیقی کے بارے میں کوئی حکم اخذ کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔

ثانیاً، ان روایتوں میں فرشتوں کے حوالے سے صرف گھنٹی ہی کی کراہت مذکور نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ کتے کی کراہت کا ذکر بھی ہے۔ اس کے برعکس متعدد روایات میں نہ صرف کتا رکھنے، بلکہ اس کا پکڑا ہوا شکار کھانے کی اجازت موجود ہے۔^{۵۴} چنانچہ اس روایت سے حرمت کا مفہوم اخذ کرنے سے ظاہر ہے کہ

۵۴ عن عدی بن حاتم قال قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی

روایتوں کے باہمی تناقض کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔

ثالثاً، اگر اس روایت سے مجرد طور پر گھنٹی کی کراہت کا مفہوم اخذ کیا جائے تو یہ ان روایتوں سے تناقض قرار پائے گی جن کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول وحی کے وقت گھنٹیوں کی سی آواز محسوس ہوتی تھی۔^{۵۵}

ارسل الكلاب المعلمة فيمسكن علي وأذكر اسم الله عليه فقال إذا أرسلت كلبك المعلم وذكرت اسم الله عليه فكل قلت وإن قتلن قال وإن قتلن ما لم يشر كها كلب ليس معها. (مسلم، رقم ۱۹۲۹)

”عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ میں اپنے سدھائے ہوئے کتوں کو چھوڑتا ہوں۔ وہ جا کر شکار کو تھام لیتے ہیں۔ میں اس پر اللہ کا نام لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: جب تم اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑو اور اس پر اللہ کا نام لو تو اس (شکار) کو کھالو۔ میں نے سوال کیا: اگرچہ کتا شکار کو مار ڈالے؟ آپ نے فرمایا: چاہے مار ڈالے، البتہ کوئی ایسا کتا اس کے ساتھ شریک نہ ہو جو اس کے ساتھ چھوڑا نہ گیا ہو۔“

عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بينما كلب يطيف بركية قد كاد يقتله العطش إذ رأته بغي بني اسرائيل فنزعت موقعها فاستقت له به فسقته إياه فغفر لها به. (مسلم، رقم ۲۲۳۵)

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ ایک کتا ایک کنوئیں کے گرد پھر رہا تھا۔ پیاس کی وجہ سے وہ مرنے کے قریب تھا۔ بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت نے دیکھا تو اپنا موزہ اتار کر اسے پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نیکی کے بدلے میں اس کو بخش دیا۔“

۵۵ ہمارے نزدیک اس استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ نزول قرآن کے موقع پر اللہ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مکروہ آواز کا تاثر ہو۔ بخاری کی روایت ہے:

عن عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها ان الحارث بن هشام سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله كيف ياتيك الوحي؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ياتيني أحياناً مثل صلصلة الجرس وهو أشده علي فيفصم عني وقد وعيت عنه ما قال. (بخاری، رقم ۲)

درج بالا نکات سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ گھنٹی کے بارے میں مسلم کی مذکورہ روایتوں سے موسیقی کی حرمت کا مفہوم اخذ کرنا درست نہیں ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس شاعت کا کیا محل ہے جو گھنٹی کے حوالے سے ان روایتوں سے واضح ہوتی ہے؟ ہمارے نزدیک یہ ممانعت درحقیقت ان قافلوں کے حوالے سے ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں مختلف مقاصد کے تحت سفروں پر نکلتے تھے۔ اس زمانے میں مسلمان پورے عرب سے برسر جنگ تھے۔ ان کے اطراف میں مشرکین، یہود اور منافقین پھیلے ہوئے تھے۔ وہ ہر وقت اس تاک میں رہتے تھے کہ مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح زک پہنچائی جائے۔ جنگی قافلے کے لیے یہ صورت حال اور بھی نازک ہوتی تھی۔ اس تناظر میں غالب امکان یہ ہے کہ رات کے اوقات میں کسی جنگی کارروائی کو خفیہ رکھنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں سے منع فرمایا ہوگا جو دشمن کو متوجہ کرنے کا باعث بن سکیں۔ کتوں کا شور و غل اور جانوروں کی گھنٹیوں کی آوازیں دشمن کو باخبر کرنے کی صورت پیدا کر سکتی ہیں۔ چنانچہ آپ نے کتوں کو ہم راہ نہ رکھنے اور گھنٹیوں کو اتارنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ بعض روایتوں میں گھنٹی کی کراہت اسی پہلو سے معلوم ہوتی ہے:

عن عائشہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بالاجراس ان تقطع من اعناق الابل یوم بدر۔ (احمد بن حنبل، رقم ۲۵۲۰)

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن یہ حکم دیا کہ اونٹوں کے گلوں سے گھنٹیاں کاٹ دی جائیں۔“

عن معمر قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی ان ”معمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کو گھنٹیاں

”ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: کبھی تو ایسے آتی ہے جیسے گھنٹی کی جھکار ہو اور وحی کی یہ صورت مجھ پر سب سے زیادہ گراں گزرتی ہے۔ پھر جب فرشتے کا کہا مجھے یاد ہو جاتا ہے تو یہ موقوف ہو جاتی ہے۔“

۵۶ بعض روایتوں میں کتوں کو مارنے کا حکم بھی غالباً اسی پہلو سے ہے۔

تجعل الجلاجل على الخيل. باندھنے سے منع فرمایا۔“

(عبدالرزاق، رقم ۱۹۷۰۰)

عن عبد الاعلى بن عامر
الاسلمى قال سمعت مكحولاً
يقول ان الملائكة تمسح دواب
الغزاة الا دابة عليها جرس.
”عبدالاعلى بن عامر الاسلامی مکحول سے روایت کرتے ہیں: فرشتے غازیوں کے جانوروں پر ہاتھ پھیرتے ہیں، سوائے ان جانوروں کے جن کے گلے میں گھنٹی ہو۔“

(ابن ابی شیبہ، رقم ۳۲۵۹۸)

ہمارے نزدیک درج بالا روایت کی یہی تاویل زیادہ قرین قیاس ہے۔ صاحب ”لسان العرب“ نے ’جرس‘ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے مذکورہ روایت نقل کی ہے اور اس کی یہی تاویل اختیار کی ہے:

والجرس: الذى يضرب به.
وروى عن النبى صلى الله عليه
وسلم انه قال: لا تصاحب
الملائكة رفقة فيها جرس. هو
الجلجل الذى يعلق على
الدواب. قيل: انما كرهه لانه
يدل على اصحابه بصوته، و كان
عليه السلام يحب ان لا يعلم
العدو به حتى ياتيهم فجأة.

”گھنٹی وہ ہے جسے بجایا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قافلے میں گھنٹی ہو فرشتے اس کے ہم راہ نہیں ہوتے۔ یہ جلجل (چھوٹی گھنٹی) ہے جسے جانوروں کے گلے میں باندھا جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے ناپسند فرماتے تھے، کیونکہ یہ اپنی آواز کے ذریعے سے آپ کے ساتھیوں کا پتا دیتی تھی اور آپ یہ پسند فرماتے تھے کہ دشمن ان کے بارے میں بے خبر رہیں، یہاں تک کہ وہ اچانک ان کے پاس پہنچ جائیں۔“

(۳۶/۶)

۷ گھنٹی اور کتے سے کراہت کی مذکورہ روایتوں کی اس کے علاوہ دو مزید توجیہات بھی ہو سکتی ہیں:

ایک یہ کہ یہ حکم حدود حرم سے متعلق ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ گھنٹیوں اور کتوں کی آوازیں حج و عمرہ کے مراسم عبودیت میں خلل انداز ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج و عمرہ کے مقصد سے آنے والے

اس موضوع کی احادیث و آثار کی تاویل امام سرحدی نے بھی اسی پہلو سے کی ہے۔ ”شرح السیر الکبیر“ میں لکھتے ہیں:

”ہمارے نزدیک ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دار الحرب میں مجاہدین کے لیے گھنٹی کے استعمال کو ناپسند فرمایا، کیونکہ اگر مجاہدین دشمن پر شب خون مارنا چاہتے ہیں تو گھنٹی کی آواز سے دشمن چونکا ہو جائے گا اور مجاہدین پر پیشگی حملہ کر دے گا اور اگر لشکر جا رہا ہو تو دشمن گھنٹی کی آواز سے ان کا پتہ چلا کر ان پر حملہ آور ہوگا اور انھیں قتل کر دے گا۔ تو چونکہ اس صورت حال میں گھنٹی مشرکین کو مسلمانوں کے بارے میں باخبر کر دیتی ہے، اس لیے اس کا استعمال ناپسندیدہ ہے۔“

قافلوں میں ان کے شمول کو پسند نہیں فرمایا۔

دوسرے یہ کہ اس کے مخصوص گھنٹیاں مراد ہیں جو مشرکانہ رسوم میں استعمال ہوتی تھیں اور کتوں کی بھی بعض اقسام ایسی تھیں جن کی عرب کے نواح میں پرستش کی جاتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اسی مشرکانہ پہلو کے پیش نظر ان کی ممانعت فرمائی۔ مولانا عبدالماجد دریابادی ”حیوانات قرآنی“ میں لکھتے ہیں:

”قدیم اہل مصر، اہل حبشہ اور اہل شام کتے کی پرستش کرتے تھے۔“ (۱۷۳)

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ ’الجرس مزامیر الشیطان‘ (گھنٹی شیطان کا ساز ہے) کے الفاظ میں لفظ مزامیر کی بنیاد پر ’جرس‘ کو من جملہ مزامیر تصور کرنا درست نہیں ہے۔ مولانا مفتی محمد شفیع کی کتاب ”اسلام اور موسیقی“ میں حاشیہ نگار نے ان سے یہی مفہوم اخذ کیا ہے:

”جس اس گھنٹی کو کہا جاتا ہے جو عموماً اونٹ وغیرہ کے گلے میں باندھی جاتی ہے۔ احادیث میں اس کے استعمال کی ممانعت آئی ہے اور مذکورہ حدیث میں اس کے لیے ’مزامیر الشیطان‘ کے الفاظ استعمال کیے

عن عائشة قالت بينما هي عندها إذا دخل عليها بجارية و عليها
جلاجل يصوتن فقالت لا تدخلنها على الا ان تقطعوا جلاجلها
وقالت سمعت رسول الله يقول لا تدخل الملائكة بيتا فيه جرس.
(ابوداؤد، رقم ۴۲۳۱)

گئے ہیں۔ جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اس کا استعمال بھی آلہ موسیقی کے طور پر کیا جاتا ہے اور اس کی آواز بھی اپنے
اندر حسن، جاذبیت اور غفلت پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔“ (۱۵۸)

ہمارے نزدیک ان الفاظ کی بنا پر جرس کو مزامیر کے زمرے میں داخل نہیں کیا جاسکتا۔ یہ زبان کا عام اسلوب
ہے۔ کسی چیز کے اوصاف کو نہایت درجہ بیان کرنے کے لیے تمثیل و تشبیہ اور مبالغے کے اسالیب اختیار کیے جاتے
ہیں۔ روایات میں اس طرح کی متعدد مثالیں مل سکتی ہیں۔ دلیل کی روایت میں حمام کو شیطان کا گھر، بازار کو اس کی
مجلس، شعر کو اس کا قرآن اور عورتوں کو اس کا جال کہا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت کے اعتبار سے نہ حمام گھر ہے، نہ بازار
مجلس ہے، نہ شعر قرآن ہے اور نہ عورتیں جال ہیں:

عن ابی امامة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان
ابليس لم يزل الى الارض قال يا رب انزلتنی الى الارض وجعلنی رجیما
أو كما ذكر فاجعل لی بیتا قال بیتك الحمام قال فاجعل لی مجلسا قال
الاسواق و مجامع الطريق قال اجعل لی طعاما قال طعامك مالم یذكر اسم
اللہ علیہ قال اجعل لی شرابا قال کل مسکر قال اجعل لی مؤذنا قال المزامیر
قال اجعل لی قرآنا قال الشعر قال اجعل لی کتاباً قال الوسم قال اجعل لی
حدیثا قال الکذب قال اجعل لی مصائد قال النساء. (المعجم الکبیر، رقم ۷۸۳۷)

”ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ابلیس زمین
پر اترنے لگا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے کہا: پروردگار تو مجھے راندہ درگاہ قرار دے کر زمین پر بھیج رہا ہے،
میرے لیے کوئی گھر بھی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرا گھر حمام ہے۔ اس نے کہا: میرے لیے کوئی

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک لونڈی میرے پاس لائی گئی۔ اس کے پاؤں میں جھکار والے گھنگرو بندھے ہوئے تھے۔ سیدہ نے کہا: گھنگرو کاٹے بغیر اسے میرے پاس مت لاؤ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس گھر میں گھنٹی ہو، وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔“^{۵۸}

اس روایت میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

- سیدہ عائشہ کے پاس ایک ایسی لونڈی لائی گئی جس کے پاؤں میں گھنگرو تھے۔
- انھوں نے فرمایا: گھنگرو کاٹے بغیر اسے میرے پاس مت لاؤ۔
- دلیل کے طور پر انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان فرمایا: ”جس گھر میں گھنٹی ہو، وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔“

اس روایت کے دو اجزاء ہیں۔ پہلا جز سیدہ عائشہ کی طرف سے گھنگرو اتارنے کا حکم ہے، اس بنا پر اس کی حیثیت اثر کی ہے۔ دوسرا جز سیدہ عائشہ ہی کی سند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اور اس بنا پر اس کی حیثیت حدیث کی ہے۔

پہلے جز کے حوالے سے یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ سیدہ کا گھنگرو اتارنے کا حکم دینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان سے استنباط ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ کسی لونڈی کے پاؤں میں گھنگرو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اتارنے کا حکم دیا ہو اور اس موقع پر یہ فرمایا ہو کہ جس گھر میں گھنٹی ہو، وہاں فرشتے

مجلس بنادے۔ اللہ نے فرمایا: بازار اور راستے (تیری مجلس ہیں)۔ اس نے کہا: میرے لیے کھانا بھی مقرر فرمادے۔ فرمایا: تیرا کھانا ہر وہ چیز ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ اس نے کہا: میرے پینے کی لیے بھی کوئی چیز بنادے۔ فرمایا: ہر نشہ آور چیز (تیرا مشروب ہے)۔ اس نے کہا: میرے لیے کوئی اطلاع دہندہ بھی مقرر کر دے۔ اللہ نے فرمایا: مزا میرے (اطلاع دہندہ) ہیں۔ اس نے کہا: میرے لیے پڑھنے کی کوئی چیز بنادے۔ فرمایا: تیرے پڑھنے کی چیز شعر ہیں۔ اس نے کہا: مجھے کچھ لکھنے کے لیے بھی دے دے۔ فرمایا: گودنا (تیری لکھائی ہے)۔ اس نے کہا: میرے لیے کلام بھی مقرر فرمادے۔ فرمایا: جھوٹ (تیرا کلام ہے)۔ اس نے کہا: میرے لیے جال بھی بنادے۔ اللہ نے فرمایا: عورتیں (تیرا جال ہیں)۔“

۵۸ اس روایت کو محدثین نے ”حسن“ قرار دیا ہے۔

داخل نہیں ہوتے، بلکہ یہ اقدام سیدہ عائشہ نے کیا ہے اور اس کی دلیل کے طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ ارشاد بیان کیا ہے۔

روایت کا دوسرا جز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر مبنی ہے: ”جس گھر میں گھنٹی ہو، وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔“

اوپر گھنٹی ہی کی روایات کے بارے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ گھنٹی کی کراہت کا بیان کسی خاص موقع یا اس کے استعمال کی کسی خاص صورت کے حوالے سے ہے۔^{۵۹} اب سوال یہ باقی رہتا ہے کہ اگر یہ ارشاد عام نہیں ہے تو پھر اس کی تخصیص کس پہلو سے ہے۔ اس ضمن میں ہمارے نزدیک یہ بات بھی محل غور ہو سکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور سیدہ عائشہ کے اقدام کو دو الگ الگ واقعات کے طور پر لیا جائے اور ان کے یک جا ہونے کو راوی کے سہو پر محمول کیا جائے۔ اس صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب جملے کو عربوں کے مشرکانہ مراسم میں گھنٹی کے استعمال کے تناظر میں دیکھا جاسکتا اور انہی باتوں میں شمار کیا جاسکتا ہے جو شرک کی شاعت کے حوالے سے آپ نے ارشاد فرمائیں۔ گھنگرو کاٹ دینے کے حکم کے بارے میں یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ انہیں چونکہ پیشہ ور مغنیات استعمال کرتی تھیں، اس لیے سیدہ نے ان سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اسی موضوع کی دوسری روایتیں مذکورہ روایت کو اسی زاویے سے سمجھنے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں یہی واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جملے کے بغیر نقل ہوا ہے:

یحدث هشام بن عروة قال	”ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
دخلت جارية على عائشة وفي	کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک
رجلها جلاجل في الخللخال	لوٹدی آئی۔ اس کے پاؤں کی پازیب میں
فقال عائشة اخرجوا عنى مفرقة	گھنگرو لگے ہوئے تھے۔ سیدہ عائشہ نے فرمایا:
الملائكة. (عبدالرزاق، رقم ۱۹۶۹۹)	اس فرشتوں کو ہٹانے والی کو مجھ سے دور کرو۔“

۵۹ اگر ہم اسے خاص تصور نہیں کرتے تو مذکورہ روایت ان روایتوں سے متناقض ٹھہرتی ہے جن میں نزول وحی کے حوالے سے گھنٹی کا ذکر مثبت انداز سے ہوا ہے۔

۶۰ اس روایت کی بنا پر اس امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ اصل روایت یہی ہو اور ’جلجلال‘ اور ’جرس‘ کے باہم

طبل کی حرمت

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان اللہ حرم علی او حرم الخمر والمیسر والکوبة وکل مسکر حرام. (ابوداؤد، رقم ۳۶۹۶)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے شراب، جوئے اور کوبہ کو حرام ٹھہرایا ہے۔ اور ہرنشہ آور چیز حرام ہے۔“^{۶۱}

اس روایت میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

○ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام ٹھہرایا ہے۔

○ اللہ تعالیٰ نے جوئے کو حرام قرار دیا ہے۔

○ اللہ تعالیٰ نے کوبہ کو حرام قرار دیا ہے۔

○ ہرنشہ آور چیز حرام ہے۔

شراب اور جوئے کی حرمت کے بارے میں قرآن مجید بالکل صریح ہے۔^{۶۲}

جہاں تک کوبہ کا تعلق ہے تو لغات میں اس کے حسب ذیل معنی نقل ہوئے ہیں:

۱۔ طبل یا مربوط

۲۔ نزد^{۶۳}

صاحب ”لسان العرب“ نے لکھا ہے:

مترادف ہونے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کسی دوسرے موقع کا ارشاد یہاں راویوں سے سہواً نقل ہو گیا ہو۔

۶۱۔ محدثین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس روایت کے لفظ ’کوبہ‘ کا معنی ’طبل‘ بیان کیا جاتا ہے اور اسی بنا پر اس سے موسیقی کی حرمت کے بارے میں استدلال کیا جاتا ہے۔

۶۲۔ المائدہ ۵: ۹۰۔

۶۳۔ یہ ایک کھیل ہے جو عام طور پر جو ا کھیلنے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

الكوبة: الطبل و النرد ، وفى
 الصحاح : الطبل الصغير
 المنحصر. قال ابو عبيد : اما
 الكوبة ، فان محمد بن كثير
 اخبرنى ان الكوبة النرد فى كلام
 اهل اليمن ؛ وقال غيره ، الكوبة:
 الطبل . وفى الحديث: ان الله
 حرم الخمر و الكوبة. قال ابن
 الاثير : هى النرد ؛ وقيل : الطبل ؛
 وقيل : البربط. (٢٩/١)

بعض روایتوں میں بھی راویوں نے کوبہ کے یہ دونوں معنی نقل کیے ہیں:
 اما الكوبة يعنى المذكورة فى
 خبر آخر مرفوع فان محمد بن
 كثير اخبرنى ان الكوبة النرد فى
 كلام اهل اليمن وقال غيره الطبل.
 (سنن البیہقی الکبری، رقم ۲۰۷۹۰) طبل کہا ہے۔“

اس سے واضح ہے کہ کوبہ کا لفظ طبل اور نرد کے دو معنوں کے لیے مستعمل ہے۔ عام طور پر اس سے طبل ہی مراد لیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ معنی لائق ترجیح نہیں ہیں۔ عقل و نقل کے قرائن کی رو سے نرد کا مفہوم زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔

اس پہلو سے دیکھا جائے تو یہ روایت قرآن مجید کی ان آیات کی شرح ہے جو شراب اور جوئے کی حرمت بیان کرتی ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہاں کوبہ کا لفظ 'الخمر و الميسر' کے الفاظ سے متصل ہو کر آیا ہے۔ قرآن مجید میں میسر (جوا) کا ذکر جہاں بھی آیا ہے خمر (شراب) کے ساتھ آیا ہے۔ سورہ مائدہ

میں ارشاد فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَ
الْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ
رَجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ
فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ.

”ایمان والو، یہ شراب اور جوا اور تھان اور
قسمت کے تیر، سب گندے شیطانی کام ہیں،
اس لیے ان سے الگ رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔“

(۹۰:۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عربوں کے ہاں شراب اور جوا لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے تھے۔
استاذ گرامی جناب جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں:

”جوئے کے بارے میں ایک دل چسپ حقیقت یہ بھی ہے کہ اسلام سے پہلے کے عرب معاشرے
میں یہ امیروں کی طرف سے فیاضی کے اظہار کا ایک طریقہ اور غریبوں کی مدد کا ایک ذریعہ بھی تھا۔ ان
کے حوصلہ مند لوگوں میں یہ روایت تھی کہ جب سرما کا موسم آتا، شمال کی ٹھنڈی ہوائیں چلتیں اور ملک
میں قحط کی سی حالت پیدا ہو جاتی تو وہ مختلف جگہوں پر اکٹھے ہوتے، شراب کے جام لٹکا دیتے اور سرور و
مستی کے عالم میں کسی کا اونٹ یا اونٹنی بکرتے اور اسے ذبح کر دیتے۔ پھر اس کا مالک جو کچھ اس کی
قیمت مانگتا، اسے دے دیتے اور اس کے گوشت پر جوا کھیلتے۔ اس طرح کے موقعوں پر غربا و فقرا پہلے
سے جمع ہو جاتے تھے اور ان جوا کھیلنے والوں میں سے ہر شخص جتنا گوشت جیتتا جاتا، ان میں لٹاتا جاتا۔
عرب جاہلی میں یہ بڑی عزت کی چیز تھی اور جو لوگ اس قسم کی تقریبات منعقد کرتے یا ان میں شامل
ہوتے، وہ بڑے فیاض سمجھے جاتے تھے اور شاعران کے جو دو کرم کی داستانیں اپنے قصیدوں میں بیان
کرتے تھے۔ اس کے برعکس جو لوگ ان تقریبات سے الگ رہتے، انھیں ’برم‘ کہا جاتا تھا جس کے معنی
عربی زبان میں بخیل کے ہیں۔“ (میزان ۱۵۱)

جوئے کی جو صورتیں روایات سے معلوم ہوتی ہیں، ان میں نرد کا کھیل نمایاں ہے۔ بعض روایتوں
میں نرد کو جوئے ہی کی ایک شکل کے طور پر بیان کیا گیا ہے:

عن زبید بن الصلت انه سمع
عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
”زبید بن صلت سے روایت ہے: سیدنا عثمان
رضی اللہ عنہ نے منبر پر یہ اعلان کیا: لوگو، جوئے

وہو علی المنبر يقول يا أيها
الناس اياكم والميسر يريد النرد
فانها قد ذكرت لي انها في
بيوت ناس منكم فمن كانت في
بيته فليحرقها او فليكسرها قال
عثمان رضى الله عنه مرة اخرى
وہو علی المنبر يا ايها الناس اني
قد كلمتكم في هذا النرد ولم
اركم اخرجتموها ولقد هممت
ان آمر بحزم الحطب ثم ارسل
الى بيوت الذين هم في بيوتهم
فاحرقها عليهم.

(سنن البيهقي الكبير، رقم ۲۰۷۴۵)

عن نافع ان عبد الله بن عمر كان
يقول النرد هي الميسر.

(سنن البيهقي الكبير، رقم ۲۰۷۴۶)

عن جعفر عن ابيه قال قال علي
النرد او شطرنج من الميسر.

(ابن ابی شیبہ، رقم ۲۶۱۵۰)

ان روایتوں سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نرد کا کھیل جوئے کے ساتھ مخصوص ہو چکا
تھا۔ اسی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نرد کھیلنے کو اللہ کی نافرمانی سے تعبیر کیا:

عن ابي موسى الاشعري ان
رسول الله قال من لعب بالنرد
”ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نرد سے

سے بچو۔ اس سے ان کی مراد نرد تھی، اس کے
بارے میں مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ تم میں سے
بعض لوگوں کے گھروں میں ہے۔ جس کے گھر
میں وہ موجود ہے، اسے چاہیے کہ اسے جلا دے
یا توڑ ڈالے۔ اس کے بعد حضرت عثمان نے
دوبارہ منبر پر چڑھ کر اعلان کیا: لوگو، میں نے تم
سے نرد کے بارے میں بات کی تھی۔ مجھے معلوم
ہوا ہے کہ تم نے ابھی تک اسے اپنے گھروں
سے نہیں نکالا۔ اب میں نے ارادہ کیا ہے کہ
میں لکڑیوں کے گٹھے ان لوگوں کے گھروں میں
بھیجوں گا جن کے گھر میں یہ (نرد) ہے اور پھر
حکم دوں گا کہ گھروں کو جلا دیا جائے۔“

”نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی
اللہ عنہ نرد کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ
جوا ہے۔“

”جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:
سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نرد یا شطرنج
جوئے میں سے ہے۔“

فقد عصى الله ورسوله. کھلے، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی
(ابوداؤد، رقم ۴۹۳۸) کی۔“

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مذکورہ روایت میں کوبہ سے نرد مراد لینا زیادہ قرین قیاس ہے۔ اس کی حرمت کا سبب اس کا جوئے کے لیے استعمال ہونا ہے۔
اس قوی رجحان کے باوجود اس امکان کی تردید نہیں کی جاسکتی کہ یہاں کوبہ سے مراد طبل ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شراب اور جوئے کی انھی مجالس میں کیف و سرور کو بڑھانے کے لیے مغنیات اور ان کے ساتھ دف، طبل اور دیگر آلات موسیقی بھی فراہم رہتے تھے۔ تاہم اس امکان کو ماننے کے باوجود ہمارے اصل استدلال میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا، کیونکہ اگر دف کا جواز موجود ہے جو طبل ہی کی طرح بجانے کا آلہ موسیقی ہے تو طبل کو علی الاطلاق حرام قرار نہیں دیا جاسکتا، البتہ یہ عین ممکن ہے کہ اس کے جوئے اور شراب کی مجالس کے ساتھ معروف ہونے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت کا حکم ارشاد فرمایا ہو۔^{۶۵}

بانسری کی حرمت

عن نافع قال سمع ابنی عمر مزمرا فوضع اصبعیه علی اذنیہ و نای
عن الطریق و قال لی: یا نافع هل تسمع شیا؟ قال فقلت: لا. قال
فوضع اصبعیه من اذنیہ. وقال: كنت مع رسول الله صلى الله عليه
وسلم فسمع مثل هذا فصنع مثل هذا. (ابوداؤد، رقم ۴۹۲۴)

۶۵ ایک روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوبہ کا ذکر دف اور مزامیر کے ساتھ کیا ہے:

عن ابن عباس ان النبی حرم ستة الخمر والميسر والمعازف والمزامير
والدف والكوبة. (المعجم الاوسط، رقم ۷۳۸۸)

”ابن عباس سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ چیزیں حرام ٹھہرائی ہیں: شراب، جوا،
باجے، مزامیر، دف اور کوبہ۔“

اس روایت میں کوبہ کا ذکر چونکہ دیگر آلات موسیقی کے ساتھ آیا ہے، اس لیے یہاں اس سے نرد کے بجائے
طبل مراد لینا زیادہ موزوں ہے۔

”حضرت نافع بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے (سر راہ) بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں پر انگلیاں رکھ لیں اور راستے سے دور ہو گئے۔ پھر انھوں نے مجھ سے پوچھا: نافع تمہیں کوئی آواز آرہی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے اپنے کانوں سے انگلیاں اٹھالیں۔ پھر انھوں نے کہا: ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ تھا تو آپ نے بانسری کی آواز سن کر ایسا ہی کیا تھا۔“^{۶۶}

اس روایت میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے راہ چلتے ہوئے بانسری کی آواز سن کر کان بند کر لیے۔
- اس کے ساتھ انھوں نے راستہ بھی تبدیل کر لیا۔
- حضرت نافع بانسری کی آواز سنتے رہے۔
- ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کانوں سے ہاتھ اس وقت تک نہیں اٹھائے، جب تک حضرت نافع نے انھیں بانسری کی آواز بند ہونے سے باخبر نہیں کر دیا۔
- اس موقع پر انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ حضور نے بھی

۶۶۔ اس روایت کو ابوداؤد نے منکر قرار دیا ہے۔ یہ بات روایت کے اختتام پر ان الفاظ میں درج ہے:

قال ابو علی اللؤلؤی سمعت ابا داؤد يقول هذا حديث منكر.

”ابو علی اللؤلؤی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوداؤد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ حدیث منکر ہے۔“

علامہ ناصر الدین البانی کے نزدیک یہ روایت ’صحیح‘ ہے۔ چنانچہ انھوں نے اسے اپنی کتاب ”صحیح سنن ابی داؤد“ میں درج کیا ہے۔

ابن ماجہ میں سیدنا ابن عمر ہی سے اسی مضمون کی روایت نقل ہوئی ہے۔ اس میں ’زمارة‘ (بانسری) کے بجائے ’طبل‘ (ڈھول) کے الفاظ آئے ہیں:

عن مجاهد قال كنت مع بن عمر فسمع صوت طبل فادخل اصبعيه في اذنيه ثم

تنحى حتى فعل ذلك ثلاث مرات ثم قال هكذا فعل رسول الله. (ابن ماجہ، رقم ۱۹۰۱)

”مجاہد بیان کرتے ہیں: میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ہم راہ تھا۔ انھوں نے طبل کی آواز سنی تو اپنی انگلیاں کانوں میں داخل کر لیں۔ پھر وہ وہاں سے ہٹ گئے۔ انھوں نے تین مرتبہ ایسا کیا۔ پھر انھوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کیا تھا۔“

چرواہے کی بانسری کی آواز سن کر ایسا ہی کیا تھا یعنی کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔

اس روایت سے بھی موسیقی کی حرمت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ استدلال حسب ذیل پہلوؤں سے محل نظر ہے۔

ایک یہ کہ حضرت ابن عمر نے خود کان بند کر لیے اور اپنے ہم راہی کو کان بند کرنے کے لیے نہیں کہا۔ صحابی رسول سے اس بات کی توقع محال ہے کہ وہ حرمت کے درجے کی چیز سے خود تو محفوظ ہو جائیں اور اپنے ساتھی کو اس کی ترغیب نہ دیں۔

دوسرے یہ کہ انھوں نے نہ صرف حضرت نافع کو اس کی ترغیب نہیں دی، بلکہ عملاً انھیں اس کام پر مامور کر دیا کہ وہ بانسری کی آواز سنتے رہیں اور بند ہونے پر انھیں اس سے آگاہ کریں۔

تیسرے یہ کہ سیدنا ابن عمر نے اس موقع پر بانسری کی حرمت یا کراہت کے حوالے سے کوئی الفاظ نہیں کہے۔

چوتھے یہ کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اپنا ایک مشاہدہ نقل کیا ہے۔ اس ضمن میں آپ کے حوالے سے نہ کراہت کا تاثر بیان کیا ہے اور نہ حرمت یا شناعیت کا کوئی جملہ ہی آپ سے منسوب کیا ہے۔

چنانچہ اس روایت کی بنا پر اس امکان کا اظہار تو کیا جاسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کی پیروی میں حضرت ابن عمر نے اظہار کراہت ہی کے لیے کانوں پر ہاتھ رکھے ہوں گے، لیکن اس سے حرمت کا یقینی حکم اخذ کرنا روایت کے اسلوب بیان اور الفاظ سے تجاوز ہے۔

بانسری کی آواز سن کر کانوں پر ہاتھ رکھنے کی مکمل وجہ حسب ذیل ہو سکتی ہیں:

- ۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر بانسری ناپسند تھی۔
- ۲۔ اس کی آواز اس قدر قریب سے آئی کہ آپ کو الجھن محسوس ہوئی۔
- ۳۔ بجانے والے نے اسے بے ہنگم طریقے سے بجایا۔
- ۴۔ اس نے کوئی ایسی دھن اختیار کی جو شرک کے حوالے سے معروف تھی۔

۶۔ گویا اس کا تعلق آپ کی ذاتی پسند و ناپسند سے تھا، نہ کہ حکم شرعی سے۔

۵۔ اس نے کوئی ایسی دھن اختیار کی جو فحش علاقہ رکھتی تھی۔

۶۔ نبی کریم اس وقت کسی بات پر غور فرما رہے تھے۔

۷۔ آپ عبادت میں مشغول تھے۔

۸۔ آپ پر اس وقت وحی نازل ہو رہی تھی۔

۹۔ آپ بانسری کی آواز کو شرعی طور پر مکروہ سمجھتے تھے۔

۱۰۔ آپ اسے شرعی طور پر علی الاطلاق حرام سمجھتے تھے۔

۱۱۔ آپ اس کی بعض مخصوص صورتوں کو حرام سمجھتے تھے۔

اس تفصیل سے فقط یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ چونکہ اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی نہ علت بیان ہوئی ہے اور نہ حرمت کے الفاظ نقل ہوئے ہیں، اس لیے اس سے حرمت کا یقینی مفہوم اخذ کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔

ضعیف روایات

ضعیف روایات حسب ذیل ہیں:

مزامیر کو مٹانے کا حکم

عن ابی امامة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: قال ان اللہ عز وجل بعثنی رحمة وهدی للعالمین وامرنی ان امحق المزامیر والكفارات یعنی البرابط والمعازف والاثوان التي كانت تعبد فی الجاهلیة وأقسم ربی عز وجل بعزته لا یشرب عبد من عبیدی جرعة من خمر... ولا یحل بیعهن ولا شراؤهن ولا تعلیمهن ولا تجارة فیهن واثمانهن حرام للمغنیات. (احمد بن حنبل، رقم ۲۲۲۷۲)

”ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے

دونوں جہانوں کے لیے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے مزامیر اور کفارات یعنی برہنہ اور باجوں اور ان بتوں کو مٹانے کا حکم دیا ہے جن کی زمانہ جاہلیت میں پرستش کی جاتی تھی۔ اور میرے پروردگار نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ میرے بندوں میں سے کوئی شراب کا ایک گھونٹ بھی نہیں پیتا،... گانے والیوں کی خرید و فروخت، تعلیم، نفع اور تجارت حلال نہیں ہے۔“

اس روایت میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

○ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ چیزیں ختم کرنے کا حکم دیا:

مزامیر و کفارات یعنی آلات موسیقی

بت

جاہلیت کے کام

○ اللہ کا بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی نہیں پیتا۔

○ گانے والیوں کی خرید و فروخت، مخصوص تربیت، ان کی اجرت اور تجارت حرام ہے۔

محدثین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن حجر کے مطابق محدثین نے اس کے ایک راوی علی بن یزید کو ضعیف کہا ہے:

قال يعقوب علي بن يزيد واهي الحديث كغير المنكرات. ناقابل اعتبار ہے، وہ اکثر منکر حدیثیں بیان کرتا

”يعقوب نے کہا ہے کہ علی بن یزید کی حدیث

(تہذیب التہذیب ۵/۷۵۴) ہے۔“

امام بخاری، ترمذی اور نسائی نے بھی اسے ضعیف اور غیر ثقہ قرار دیا ہے۔^{۶۸}

ابن حجر کہتے ہیں: ”یہ روایت ضعیف ہے۔“^{۶۹}

اس کے ایک اور راوی فرج بن فضالہ کو بھی محدثین نے ضعیف کہا ہے:

قال ابن خيثمة عن ابن معين ضعيف

”ابن خيثمة نے ابن معین کا قول بیان کیا کہ وہ

الحديث. (تہذیب التہذیب ۶/۳۸۵) اسے ضعیف الحدیث کہتے ہیں۔“

۶۸ تہذیب التہذیب ۵/۷۵۴۔

۶۹ کف الرعاع، بحوالہ موسیقی کی شرعی حیثیت ۱۵۔

قال البخاری و مسلم منکر الحدیث. و قال النسائی: ”بخاری و مسلم نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔
ضعیف. (تہذیب التہذیب ۶/۳۸۵)

اس کے ایک راوی عبید اللہ بن زجر محدثین کے نزدیک منکر الحدیث ہیں۔ نیل الاوطار میں ہے:
قال ابو مسهر انه صاحب کل معضلة وقال بن معین ضعيف وقال مرة ليس بشي وقال ابن المدیني منکر الحدیث وقال الدار قطنی ليس بالقوی وقال ابن حبان روی موضوعات عن الاثبات و اذا روی عن علی بن یزید اتی بالطامات. ”ابو مسهر نے کہا ہے کہ ہر قسم کی پیچیدگیاں اور مشکلات اس کی روایتوں میں پائی جاتی ہیں۔ ابن معین نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے اور ایک مرتبہ کہا کہ وہ کوئی چیز نہیں۔ ابن المدینی اسے منکر الحدیث کہتے ہیں۔ دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں اور ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ ثقہ اور یوں کا نام لے کر موضوع حدیثیں روایت کرتا تھا اور جب وہ علی بن یزید سے روایت کرتا تھا تو وہ اور زیادہ موضوع ہوتی تھیں۔“ (۱۰۰/۹۹/۸)

ابن حزم نے اس کے ایک راوی قاسم کو ضعیف قرار دیا ہے۔
اس تفصیل سے واضح ہے کہ اس روایت سے استدلال کسی لحاظ سے موزوں نہیں ہے، تاہم جہاں تک اس کے معنی و مفہوم کا تعلق ہے تو ہمارے نزدیک شراب اور مغنیہ لونڈیوں کے ذکر کی وجہ سے اس میں وہی مفہوم نمایاں ہوتا ہے جو ترمذی کی روایت ’لا تبیعوا القینات‘ کے ذیل میں ہم آگے بیان کر رہے ہیں۔ یعنی یہاں مجرد طور پر آلات موسیقی کی شاعت بیان نہیں ہوئی، بلکہ یہ شراب نوشی اور فحاشی کے ساتھ مرکب ہے۔

مغنیات کی خرید و فروخت سے ممانعت

عن ابی امامة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تبیعوا

۷۰ وہ حدیث جسے از خود گھڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا جائے۔
۱۷۱ الحلی ۵۹/۹۔

القينات ولا تشتروهن ولا تعلموهن ولا خير في تجارة فيهن و
ثمنهن حرام. (ترمذی، رقم ۱۲۸۲)

”ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مغنیات کی خرید و
فروخت نہ کرو اور نہ انھیں (موسیقی کی) تربیت دو۔ ان کی تجارت میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ ان کی
قیمت لینا حرام ہے۔“

اس روایت میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مغنیات کی خرید و فروخت سے منع فرمایا۔
- آپ نے انھیں موسیقی کی تربیت دینے سے منع فرمایا۔
- آپ نے ان کی کمائی کو حرام قرار دیا۔

اس کے علاوہ یہ روایت احمد، بیہقی، ابن ماجہ اور طبرانی نے بھی نقل کی ہے۔ محدثین نے اس روایت کو
ضعیف قرار دیا ہے۔ امام ترمذی نے اسی روایت کے تحت اس کے ایک راوی علی بن یزید کو ضعیف قرار دیا
ہے۔ امام بخاری نے اسے ذاہب، یعنی بھولنے والا کہا ہے۔ ابن حزم نے اس کے راوی اسماعیل بن
عیاش کو متروک اور علی بن یزید اور قاسم بن عبد الرحمن کو ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ ناصر الدین البانی اس کے ان طرق کو تو ضعیف کے زمرے میں شامل کرتے ہیں جن کی سند میں
علی بن یزید موجود ہے، البتہ طبرانی کی معجم الکبیر میں نقل ایک طریق رقم ۷۹۴ کو حسن قرار دیتے ہیں۔ اس
طریق میں علی بن یزید کے بجائے الولید بن الولید ہے۔ جو ابن ابی حاتم کے قول کے مطابق ثقہ ہے۔ اسی
بنیاد پر انھوں نے ترمذی کی مذکورہ روایت کو اپنی تالیف ”الاحادیث الصحیحہ“ میں شامل کیا ہے۔ ان کی رائے
کی روشنی میں اگر اس روایت کو قبول کیا جائے تو اس کے مفہوم کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ
یہاں ’قینات‘ سے مراد وہ لونڈیاں ہیں جنہوں نے موسیقی کو پیشے کے طور پر اختیار کر رکھا تھا۔ ’بیع و شراء‘ اور
’تجارة‘ کے الفاظ سے واضح ہے کہ اس سے مراد عام آزاد خواتین ہر گز نہیں ہیں۔ اس زمانے کے عرب

۲۔ البانی، سلسلہ احادیث الصحیحہ ۱۰۱۶/۶۔

۳۔ المحلی ۵۸/۹۔

۴۔ ۱۰۱۵/۶۔

تمدن کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ لونڈیوں کا گانا، بالعموم شراب اور فحاشی کی مجالس سے منسلک تھا۔ عرب کے عیش پرست لوگ اکثر رقص و سرود اور شراب نوشی کی محفلیں سجائے رکھتے تھے۔ ان مجالس میں قینات رقص پیش کرتی، گانے گاتی اور شراب کے جام لٹا دیتی تھیں۔ گویا ان محفلوں کی نوعیت کم و بیش وہی تھی جو ہندوستانی معاشرت میں طوائفوں کی محفلوں کی رہی ہے۔ ان محفلوں میں ظاہر ہے کہ اس بات کا پورا امکان ہوتا تھا کہ معاملہ ناچ گانے اور شراب سے شروع ہو اور بدکاری تک جا پہنچے۔ بہر حال، اس صورت حال کا نتیجہ یہ تھا کہ فحشہ گری کا پیشہ انھی مغنیہ لونڈیوں سے وابستہ ہو گیا تھا۔ یہ لونڈیاں ان ذرائع سے خود بھی کسب معاش کرتی تھیں اور ان کے مالک بھی انھیں اس مقصد کے لیے استعمال کرتے تھے۔ اس پس منظر کی وجہ سے ہمارے نزدیک مذکورہ روایت میں جن قینات سے روکا گیا ہے، وہ وہی لونڈیاں ہیں جن کا وجود معاشرے میں فواحش کو پھیلانے کا باعث تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معروف کاموں یا معروف ناموں کے حوالے سے ان کی مذمت فرمائی۔ اس ضمن میں آپ نے ان سے معاملہ کرنے، ان کو مخصوص تربیت دلانے، ان کی تجارت کرنے غرض یہ کہ ان سے متعلق اس نوعیت کے ہر معاملے سے منع فرمایا۔ روایات میں ”ثمن القینۃ سحت“، ”نہی عن کسب الامۃ“، ”نہی عن مہر البغی“، ”نہی عن المغنیات“، ”شرائهن و بیعھن“، ”کسب الزانیۃ حرام“ اور ”کسب الزانیۃ سحت“ کے اسالیب بھی مدعا بیان کرتے ہیں:

عن ابی مسعود انصاری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن ثمن الکلب و مہر البغی و حلوان الکاهن .
 ”ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، فاحشہ کی خرچی اور نجومی کی اجرت سے منع فرمایا ہے۔“

(بخاری، رقم ۲۱۲۲)

عن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ قال ثمن القینۃ سحت و غناء ہا حرام و النظر الیہا حرام و ثمنہا مثل ثمن الکلب و ثمن
 ”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گانے والی کی اجرت حرام ہے اور اس کا گانا اور اس کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے۔ اس کی اجرت لینا اسی طرح حرام ہے جس طرح کتے

الكلب سحت ومن نبت لحمه
على السحت فالنار اولیٰ به.
(المعجم الکبیر، رقم ۸۷)

کی قیمت لینا اور جو جسم حرام کمائی سے نشوونما پاتا
ہے، اس کے لیے دوزخ کی آگ زیادہ بہتر
ہے۔“

عن رافع بن رفاعۃ لقد نهانا نبی
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیوم
فذكر اشياء ونهی عن کسب
الامة الا ما عملت بیدها وقال
هكذا باصابعه نحو الخبز
والغزل والنفش.

”رافع بن رفاعہ سے روایت ہے کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے ہمیں لونڈی کی کمائی سے منع
کیا، بجز اس کے جو وہ ہاتھ کی محنت سے حاصل
کرے۔ اور آپ نے ہاتھ کے اشارے سے
بتایا کہ یوں جیسے روٹی پکانا، سوت کا تنا یا اون اور
روئی دھنکنا۔“

(ابوداؤد، رقم ۳۴۲۶)

عن علی رضی اللہ عنہ قال نہی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عن المغنیات والثواحیات وعن
شرائهن وبیعهن والتجارة فیهن
قال وکسبهن حرام.

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے والیوں اور
نوحہ کرنے والیوں سے منع فرمایا ہے اور ان کی
خرید و فروخت اور تجارت سے روکا ہے اور یہ
ارشاد فرمایا ہے: ان کی کمائی حرام ہے۔“

(ابویعلیٰ، رقم ۵۲۷)

بہر حال ’لا تبیعوا القینات‘ کی روایت اگر درست ہے تو ہمارے نزدیک یہ اور اس موضوع کی
دوسری روایات قرآن مجید ہی کے حکم کی شرح ہیں۔ ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ
أَرَدْتُمْ تَحْصُنَا لَتَبْتَغُوا عَرَضَ
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ
اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ
رَّحِيمٌ. (النور: ۳۳)

”اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دنیوی فائدوں کی
خاطر فحشہ گری پر مجبور نہ کرو، جبکہ وہ خود پاک
دامن رہنا چاہتی ہوں، اور جو کوئی ان کو مجبور
کرے تو اس جبر کے بعد ان کے لیے اللہ تعالیٰ
غفور و رحیم ہے۔“

گانے کی احمقانہ آواز سے ممانعت

عن جابر عن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ قال: اخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدی . فانطلقت معه الی ابراهیم ابنہ، وهو یجود بنفسه، فاخذہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجرہ حتی خرجت نفسه . قال فوضعه وبکی، قال فقلت تبکی یا رسول اللہ وانت تنہی عن البکاء؟ قال: انی لم انه عن البکاء ولكنی نهیت عن صوتین احمقین فاجرین: صوت عند نغمة لہو و لعب ومزامیر الشیطان و صوت عند مصیبة لطم وجوہ و شق جیوب .

(المستدرک علی الصحیحین، رقم ۶۸۲۵)

”جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں آپ کے ہمراہ آپ کے فرزند ابراہیم کی طرف چل دیا۔ وہ اس وقت حالت نزع میں تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی گود میں اٹھا لیا، یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔ پھر آپ نے انہیں اتار اور رونے لگے۔ عبد الرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: آپ رورہے ہیں، جبکہ آپ نے رونے سے منع فرمایا ہے! آپ نے فرمایا: میں نے رونے سے منع نہیں کیا، البتہ دو احمقانہ اور فاجرانہ آوازوں سے روکا ہے۔ ایک خوشی کے موقع پر لہو و لعب اور شیطانی باجوں کی آواز اور دوسری مصیبت کے وقت چہرہ پیٹنے، گریبان چاک کرنے کی آواز۔“

اس روایت میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

○ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کے موقع پر گانے بجانے سے منع فرمایا۔

○ مصیبت کے وقت آپ نے نوحہ کرنے اور رونے سے منع فرمایا۔

یہ روایت سنن البیہقی الکبریٰ، شرح معانی الآثار اور مصنف ابن ابی شیبہ میں کم و بیش انہی الفاظ کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔ اس روایت کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام نووی نے اس کے ایک راوی محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کو ضعیف کہا ہے۔ کمال الدین افندی ابولیلیٰ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

ان محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ قد انکر علیہ هذا الحدیث وضعف لاجله وقال ابن حبان انه كان ردی الحفظ کثیر الوهم فاحش الخطاء استحق الترتک لو ترک احمد وقال انه سىء الحفظ مضطرب الحدیث۔

”محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی اس روایت پر اعتراض کیا گیا ہے اور اس وجہ سے اسے ضعیف کہا گیا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کا حافظہ بہت ردی تھا، اسے وہم بہت ہوتا تھا اور وہ فاحش غلطیاں کرتا تھا۔ وہ اس کا مستحق ہے کہ اسے ترک کر دیا جائے، اسی لیے احمد بن حنبل نے اسے ترک کیا اور کہا کہ اس کا حافظہ ناقابل اعتبار ہے اور اس کی حدیثیں مضطرب ہوتی ہیں۔“

(بحوالہ موسیقی کی شرعی حیثیت ۱۸)

ہمارے نزدیک یہ روایت ضعیف ہونے کی وجہ سے لائق استدلال نہیں ہے۔ البتہ اس کا وہ طریق قابل اعتنا ہے جسے ترمذی نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں:

اخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بید عبدالرحمن بن عوف فانطلق به الی ابنہ ابراهیم، فوجدہ یجود بنفسه، فاحذہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضعه فی حجره وبکی، فقال له عبدالرحمن: اتبکی اولم تکن نہیت عن البکاء؟ قال: لا ولكن نہیت عن صوتین احمقین فاجرین: صوت عند مصیبة خمش وجوه و شق جیوب و رنة شیطان۔ (رقم ۱۰۰۵)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف کا ہاتھ پکڑا اور انھیں اپنے فرزند ابراہیم کے پاس لے گئے۔ آپ نے انھیں حالت نزاع میں پایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی گود میں اٹھالیا اور رونے لگے۔ عبدالرحمن بن عوف نے عرض کیا: آپ رو رہے ہیں، کیا آپ نے رونے سے منع نہیں فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا: نہیں، میں نے تو دو احمق فاجر آوازوں سے منع کیا تھا: ایک مصیبت کے وقت چہرہ پیٹنے اور گریبان پھاڑنے کی آواز اور دوسرے (نوحہ گری) کرتے ہوئے شیطان کی طرح چیخنے چلانے کی آواز۔“

اس طریق میں غنایا لہو و لعب کا ذکر کسی پہلو سے موجود نہیں^۶ ہے۔ یہ روایت اگر درست ہے تو ہمارے نزدیک اس کا یہی طریق زیادہ قرین قیاس ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں نبی کریم نے آوازوں کے حسن و قبح کے بارے میں کسی مجرد سوال کا جواب نہیں دیا، بلکہ بیٹے کی وفات کے موقع پر اپنے رونے کی وضاحت فرمائی ہے۔ چنانچہ دیکھیے عبدالرحمن بن عوف کا سوال ہی یہ ہے کہ آپ کیوں رورہے ہیں، جبکہ آپ نے ایسے موقعوں پر رونے سے منع فرمایا ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے یہ توضیح فرمائی ہے کہ میں نے آنسو بہانے سے نہیں روکا، یہ تو فطری امر ہے۔ میں نے تو جسم پیٹنے اور چیخنے چلانے سے منع کیا ہے۔ روایت کو اس زاویے سے سمجھا جائے تو اس سیاق و سباق میں گانے بجانے کا ذکر بالکل بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔

سازوں کا عام ہونا اور مصائب کا نزول

عن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فعلت امتی خمس عشرة خصلة حل بها البلاء فقیل وما هن یا رسول اللہ قال اذا کان... شربت الخمر ولبس الحریر واتخذت القینات والمعازف ولعن آخر هذه الامة اولها فلیرتقبوا عند ذلك ریحاً حمراً او خسفاً و مسخاً. (ترمذی، رقم ۲۲۱۰)

”علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت میں پندرہ خصلتیں پیدا ہوں گی تو اس پر مصیبتیں نازل ہوں گی۔ سوال کیا گیا: یا رسول اللہ، یہ کون کون سی خصلتیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب... شرابیں پی جائیں گی، ریشمی لباس پہنے جائیں گے، اور مغنیات اور ساز عام ہو جائیں گے اور آخری زمانے کے امتی پہلے زمانے کے امتیوں پر لعنت کریں گے۔ پس منتظر رہو اس وقت سرخ ہوا کے یا زمین میں دھسنے کے اور شکلیں بگڑنے کے۔“

اس روایت کو ترمذی نے غریب قرار دیا ہے۔ ابن حزم کے نزدیک یہ ضعیف ہے۔ المحلی میں اس کے راویوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

۶ البانی نے اس طریق کو حسن قرار دیا ہے: صحیح سنن الترمذی ۵۱۳/۱۔

لاحق بن الحسين و ضرار بن
 علی و الحمصی مجهولون و فرج بن حسین، ضرار بن علی اور حمصی مجهول ہیں اور
 ابن فضالة حمصی متروک . فرج بن فضالہ متروک ہیں۔“

(۵۶/۹)

علامہ ناصر الدین البانی کی تحقیق کے مطابق بھی یہ ضعیف روایت ہے۔
 ہمارے نزدیک یہ روایت اسی مضمون کی حامل ہے جو اوپر صحیح روایات کے ذیل میں بخاری، رقم ۵۲۶۸
 میں بیان ہوا ہے۔ دونوں روایتوں میں خمر، حریر، معازف اور مسخ کے الفاظ کا اشتراک اسی بات پر دلالت
 کرتا ہے۔

گانے سے نفاق کی نشوونما

قال ابو وائل: سمعت عبد الله يقول سمعت رسول الله صلى الله
 عليه وسلم يقول الغناء ينبت النفاق في القلب. (ابوداؤد، رقم ۴۹۲۷)
 ”ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا: گانا دل میں نفاق کو پروان چڑھاتا ہے۔“

اس روایت میں بیان ہوا ہے کہ گانا انسان کے دل میں نفاق کی نشوونما کرتا ہے۔
 محدثین کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے۔ سید مرتضیٰ زبیدی نے احیاء العلوم کی شرح میں اس
 روایت کے بارے میں محدثین کی تنقیدات کو جمع کر دیا ہے۔ بیان کرتے ہیں:

”بعض لوگوں نے اس روایت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار دیا ہے، لیکن یہ غلط ہے۔ ابوداؤد نے
 جس سند سے یہ روایت بیان کی ہے، اس میں ایک شخص ایسا بھی ہے جس کا نام تک نہیں لیا گیا۔ بیہقی نے
 اسے مرفوعاً اور موقوفاً روایت کیا ہے، یعنی ایک روایت میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بتایا ہے
 اور دوسری روایت میں صحابی کا۔ میں کہتا ہوں کہ اسے مختلف طریقوں سے مرفوعاً روایت کیا گیا ہے، لیکن یہ
 تمام طریقے ضعیف ہیں۔ بیہقی کہتے ہیں کہ یہ ابن مسعود کا قول ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں۔ نیز

۷۷ ضعیف سنن الترمذی ۲۳۹۔

اس کے طرق میں بعض راوی مجہول الحال ہیں۔ امام نووی کہتے ہیں کہ اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔ زرشکی کا بھی یہی خیال ہے۔ ابن طاہر کہتے ہیں کہ اسے ثقہ لوگوں (شعبہ عن مغیرہ عن ابراہیم) نے روایت کیا ہے اور ابراہیم کے آگے کسی کا نام نہیں لیا۔ لہذا یہ ابراہیم کا قول ہے۔ ابن ابی الدنیا ملاہی کی مذمت کے سلسلہ میں اسی روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ ابراہیم کا قول نہیں، بلکہ بات یوں ہے کہ ابراہیم کہتے تھے کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ: ”گانادل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔“ میں کہتا ہوں کہ یہ نہ تو ابراہیم کا قول ہے اور نہ کسی ایسے آدمی کا جس سے ابی الدنیا نے مرفوعاً روایت کیا ہو۔ ابن عدی اور دلیلی نے ابو ہریرہ سے اور بیہقی نے جابر سے یہ مضمون یوں روایت کیا ہے کہ گانا قلب میں اسی طرح نفاق پیدا کرتا ہے، جس طرح پانی کھیتی پیدا کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ روایت بھی ضعیف ہے، کیونکہ اس میں ایک راوی علی بن حماد ہے جسے دارقطنی نے متروک قرار دیا ہے۔ دوسرا راوی ابن ابی ردا ہے جسے ابوحاتم نے منکر الحدیث کہا ہے۔ ابن جنید کہتے ہیں کہ ابن ابی ردا تو ایک ٹکے کا بھی نہیں ہے اور ابراہیم بن طہانی مختلف فیہ ہے۔“

(شرح احیاء علوم الدین ۶/۲۶۶)

علامہ ناصر الدین البانی نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اسے اپنے مجموعہ ”ضعیف سنن ابی داؤد“ میں شامل کیا ہے۔^{۷۸} اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ الغناء ینبت النفاق فی القلب (گانادل میں نفاق کو پروان چڑھاتا ہے) کے الفاظ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اسے کسی حکم کی بنیاد بنانا درست نہیں ہے۔ تاہم اگر کسی صحابی یا کسی تابعی کے قول کی حیثیت سے اس کی تفہیم مقصود ہو تو ہمارے نزدیک اسے بیہقی کی حسب ذیل روایت کی روشنی میں سمجھنا زیادہ مناسب ہوگا:

عن ابن مسعود قال الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع والذکر ینبت الایمان فی القلب لما ینبت الماء الزرع۔
 ”ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غناء دل میں ایسے نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی اگاتا ہے۔ اللہ کا ذکر دل میں ایسے ہی ایمان پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی اگاتا ہے۔“

(رقم ۲۰۷۹۶)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غنا کا لفظ ذکر الہی کے تقابل میں آیا ہے۔ چنانچہ اس سے جو بات
ماخوذ ہوتی ہے، وہ اشتغال بالادنی کے مقابل میں اشتغال بالاعلیٰ کی ترجیح ہے۔ گویا یہاں غنا کی شناعیت
بیان نہیں ہو رہی، بلکہ تلاوت قرآن کی ترغیب کو نمایاں کیا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ موسیقی اگر لوگوں کا اوڑھنا
بچھونا بن جائے تو اس طرح کی ہدایت دین کا عین تقاضا ہے۔ زید بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس سے ایک نوجوان گیت گاتا ہوا گزرا تو آپ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا:

یا شباب ہلا بالقرآن تغنی؟ ”اے نوجوان تو قرآن کو غنا سے کیوں نہیں

(الدیلمی) پڑھ لیتا؟“

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com